لکھنؤ
# تعمیرِ حیات
پندرہ روزہ

## یہ دین زندہ ہے اور زندوں سے قائم ہے

اس دین کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ اصول مقرر اور مقدر کر دیا ہے کہ اس کے لئے زندہ اشخاص برابر پیدا ہوتے رہیں گے۔ کوئی درخت اس وقت تک سرسبز وشاداب اور زندہ درخت نہیں سمجھا جاتا جب تک کہ وہ باثمر نہ ہو۔ اس میں نئی نئی پتیاں اور نئے نئے شگوفے نہ کھلتے رہتے ہوں۔ یہ دین زندہ ہے --- اور زندہ انسانوں کے لئے ہے، اور اس کو زندہ اشخاص کی ضرورت ہے۔ وہ دین مٹ گئے، ختم ہوگئے، جنھوں نے روحانیت کے میدان میں، علم کے میدان میں، فکر کے میدان میں، قیادت کے میدان میں، زندہ اشخاص پیدا کرنے بند کر دیئے۔ انسان زندہ اشخاص سے متاثر ہوتا ہے۔ چراغ سے چراغ جلتا رہا ہے اور چراغ سے چراغ جلنا چاہیے، اور جلتے رہنا چاہیے۔ اور اگر اس امت کو باقی رہنا ہے تو اس امت کے لئے ضروری ہے کہ وہ زندہ اشخاص پیدا کرے، اس کا درختِ علم، اس کا درختِ فکر، اس کا درختِ اصلاح، اور اس کا درخت روحانیت نئے نئے برگ وبار لاتا رہے، نئے نئے شگوفے کھلاتا رہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ "میری امت بارانِ رحمت کی طرح ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے ابتدائی قطرے مردہ زمین کے لئے زیادہ حیات بخش ہیں یا بعد کے۔

میں اب بھی اس پر عقیدہ رکھتا ہوں کہ اسلاف کے کارنامے، اسلاف کا خلوص وصداقت، اسلاف کا تعلق مع اللہ، اسلاف کی استقامت اور اسلاف کی قربانیاں بعد کی نسلوں کے لئے بہترین سرمایہ ہیں۔ اور وہ حیات وزندگی کا پیغام دینے والی ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ
(از دعوتِ فکر وعمل ص ۲۰۸)

۲۵/اپریل ۲۰۰۱ء سالانہ/۱۳۰ روپے فی شمارہ/۶ روپے

Regd. No.LW/ NP/ 63
Fax No. : (0522)330020
FORTNIGTLY
N.R.I.No- UPURD 03615/24/1/2000-Tc
Office Ph. No-787250
Guest Haous : 323864

# TAMEER-E-HAYAT

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226007 (India) Rs.6/- Vol.I No.1

ھوالشافی
روز آنہ سپر جاپانی کمپیوٹر
کے ذریعے آنکھوں کی جانچ، پاور ودھوپ
کے فینسی چشموں کا ایک خاص مرکز

ایک بار خدمت کا موقع دیں
AUTO REFRCCTO METER AR-660
فوٹو کرامک ☆ کوٹیڈ لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس
فینسی پاور ودھوپ کے چشموں کا وسیع اسٹاک موجود ہے
چشمہ گھر
مہاجنی ٹولہ ڈاکخانہ روڈ، سرائے میر اعظم گڑھ
60082 ☎ آپٹیشن ایچ. رحمن

Ph.No 260433 - 242946
آپ کی خدمت میں جدید دلکش سونے چاندی کے
زیورات کے لئے
ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس
حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

اِنـدامـول
• گہرے زخم، پھنسی
• پھوڑے وغیرہ
• خاص کر پیٹھ اور
• گردن (کاربنکل) پھوڑوں میں جلد
اثر کرنے والا مرہم
HASANI PHARMACY
117/41Gwynne, Road, Lucknow - 226018 Ph:. 202677
حسنی فارمیسی کی ایجنسی کے لئے رابطہ قائم کریں

کیپ کے اوپر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیئے
مئو کا بنا
درد۔ زخم۔ چوٹ کٹنے۔ جلنے کی مشہور دوا
نورانی تیل
انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یو۔پی)

چشمہ ساگر
جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے
AUTO REFRCCTO METER AR-860
فوٹو کرامک ☆ کوٹیڈ لینس ☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس
فینسی پاور ودھوپ کے چشموں کا خاص مقام
ایک بار خدمت کا موقع دیں
آپٹیشن اے۔ رحمن (علیگ)
شنکرجی کی مورتی کے نزدیک، معتبر گنج، اعظم گڑھ

Printed And Published by Athar Husain on behalf of Majlis Sahafat- Wa- Nashriat,
Nadwatul Ulama at Parekh offset Press, Tagore Marg, Lucknow - U. P.
Editor : Shamsul Haq Nadwi

# تعلیم دینے میں رسول کی سنت و تقاضے
## کبھی کبھی آپ غصہ اور سختی سے کام لیتے تھے

تحریر: شیخ عبد الفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ۔ ترجمہ: شمس الحق ندوی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سوال کرنے اور بحث کرنے میں نامناسب باتیں محسوس کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوتے جس کا اندازہ ذیل کی حدیثوں سے ہوتا ہے۔

عمرو بن شعیب اپنے والد اور دادا عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: (ایک دن) حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے پاس آئے۔ وہ حضرات اس وقت تقدیر کے بارے میں بحث کر رہے تھے۔ (ان کی اس بحث پر) آپ کو اتنا غصہ آیا کہ (چہرہ مبارک غصہ سے ایسا سرخ ہوگیا) جیسے روئے مبارک پر انار کے دانے توڑ دیئے گئے ہوں، آپ نے فرمایا تم کو اس کا حکم دیا گیا؟! تم اس کیلئے پیدا کئے گئے ہو؟! (آپ کا مقصد یہ تھا کہ تمہارا مقصد تخلیق تقدیر میں بحث کرنا نہیں تم اس کے مکلف نہیں بنائے گئے ہو کہ اس میں بحث کرو) قرآن کریم کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ سے ٹکراتے ہو تمہارے پہلے کی قومیں اسی طرح کی بحثوں سے ہلاک ہوئی ہیں (ابن ماجہ)

عبداللہ بن عمروؓ نے (جو اس مجلس میں نہیں تھے) کہا کہ آپ کی کسی مجلس سے غائب ہونے کو میں نے ایسا اچھا نہیں سمجھا جیسا اس مجلس سے غائب ہونے کو (جس پر آپ اس قدر ناراض ہوئے) (ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے پاس ایسے وقت تشریف لائے جب ہم لوگ تقدیر کے بارے میں بحث کر رہے تھے۔ (ہماری اس بحث سے) آپ اتنا غصہ ہوئے کہ چہرہ مبارک سرخ ہوگیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ دونوں رخساروں پر انار کے دانے نچوڑ دیئے گئے (پھر) آپ نے فرمایا کیا تم کو اس کا حکم دیا گیا ہے؟! کیا میں تمہارے پاس اس کے لئے بھیجا گیا ہوں؟! تم سے پہلے کی قومیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ تقدیر کی بحث میں پڑیں) میں تم کو سختی سے منع کرتا ہوں کہ تقدیر کی بحث میں نہ پڑو۔"

## تعلیم و تبلیغ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحریر سے کام لینا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کتابت کو بھی تعلیم کا وسیلہ بناتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے کاتبوں کی تعداد پندرہ سے زائد تھی جو آپ سے قرآن کریم لکھا کرتے تھے، کچھ کاتب خطوط نویسی کیلئے مخصوص تھے جو دور دراز علاقوں اور بادشاہوں کو دعوت اسلام دینے کیلئے لکھے جاتے تھے، کچھ کاتب دوسرے معاملات لکھنے کیلئے مقرر تھے جن کی تفصیل اپنے عہد کے علامہ عبدالحی کتانی کی کتاب "التراتیب الاداریۃ" میں دیکھی جاسکتی ہے۔

آپ کے سامنے کتابت کرنے والے حضرات میں خلفائے اربعہ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور ان حضرات کے علاوہ زید بن ثابتؓ، اُبی بن کعبؓ، زبیر بن العوامؓ، خالد بن سعیدؓ، اور ان کے بھائی اَبان بن سعید بن العاصؓ، حنظلہ بن الربیعؓ، معاویہ بن ابی سفیانؓ وغیرہ تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تو آپ ان حضرات کو بلاتے اور یہ حضرات آپ کی زبان مبارک سے براہ راست سن کر اس کو لکھتے۔

صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آپؐ نے بعض صحابہؓ کو کتابت حدیث کا بھی حکم فرمایا تھا۔ حضرت عبد بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ "میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بھی سنتا تھا لکھ لیا کرتا تھا۔ چاہتا تھا کہ اس کو یاد کرلوں، قریش نے مجھ کو منع کیا اور کہا کیا ہر بات جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے ہو لکھ لیتے ہو؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انسان ہیں کبھی غصہ اور کبھی خوشی کی حالت میں بات کرتے ہیں؟ اس کے بعد میں نے لکھنا بند کردیا۔

بعد میں ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا، (ہماری بات سن کر) آپ نے اپنی انگلی سے دہن مبارک کی طرف اشارہ فرمایا اور کہا تم لکھا کرو، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس سے حق بات ہی نکلتی ہے۔" (ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح مکہ نصیب فرمایا تو آپ

(باقی ص ۳۰ پر)



پندرہ روزہ
# تعمیر حیات
لکھنؤ
مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء

جلد نمبر ۳۸ | ۲۵ اپریل ۲۰۰۱ء ...... مطابق ...... ۳۰ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ | شمارہ نمبر (۱۲)

نگران اعلیٰ
مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی
معتمد تعلیمات دار العلوم ندوۃ العلماء
مدیر اعلیٰ
شمس الحق ندوی
مدیر معاون
سید محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی
مولانا عبداللہ حسنی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

**زر تعاون**

سالانہ ---- ۱۳۰/= روپے
فی شمارہ ---- ۶/= روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک ...... ۳۰ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ...... ۱۵ ڈالر
☆☆☆

نیچے بنے دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ 130/= روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں

منیجر

**گذارش**

خط کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے
(منیجر)

**خط و کتابت کا پتہ**

منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳ ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔

پرنٹر پبلیشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ میپ ڈیزائنگ مجلس تحقیقات و نشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

# اس شمارے میں


| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱ | درس حدیث | شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ | ۲ |
| ۲ | اسلامی وجود کا ثبوت (اداریہ) | ع ۔ ع ۔ ن | ۵ |
| ۳ | ذرا کچھ سوچ اے غافل ہلاکت خیز یہ جھٹکا (نظم) | مولانا حبیب اللہ بالنپوری | ۶ |
| ۴ | میرے مطالعہ حدیث کی سرگزشت | حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ | ۷ |
| ۵ | دارالعلوم ندوۃ العلماء کی کارکردگی کا مختصر جائزہ | حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی | ۹ |
| ۶ | آزادیٔ رائے؟ ایک دلفریب نعرہ | مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی | ۱۴ |
| ۷ | مغربی زاویۂ نگاہ ۔ کتنا حقیقی اور کتنا خیالی | مولانا سید واضح رشید ندوی | ۱۵ |
| ۸ | امریکہ! جہاں مسلمان بستے ہیں | نذرالحفیظ ندوی | ۱۸ |
| ۹ | دینی شذرات | نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی | ۲۱ |
| ۱۰ | عالم اسلام | محمد وثیق ندوی | ۲۳ |
| ۱۱ | سوال وجواب | محمد طارق ندوی | ۲۴ |
| ۱۲ | شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے | نذرالحفیظ ندوی | ۲۵ |
| ۱۳ | "اسوۂ حسنہ کے آئینے میں" (ایک تعارف) | شمس الحق ندوی | ۲۶ |
| ۱۴ | مختصر عالمی خبریں | سید اشرف ندوی | ۲۷ |
| ۱۵ | مطالعہ کی میز پر | محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی | ۲۸ |
| ۱۶ | ایک تعلیمی دورہ | ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی | ۲۹ |
| ۱۷ | بڑی شان والی مبارک ہے محفل (نعت) | مجیب بستوی | ۳۰ |



## شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی =/Rs. 15 کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

## نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ =/Rs. 30
۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ =/Rs. 40
۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔
۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم سنٹی میٹر =/۸۵



## بیرون ملک نمائندے

| | |
|---|---|
| مدینہ منورہ | Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.<br>P.O. Box No. 842,<br>Madina Munawwara (K.S.A.) |
| برطانیہ | Mr. M. AKRAM NADWI<br>O.C.I.S., St. Cross College,<br>Oxford Ox1 3TU-U.K. |
| ساؤتھ افریقہ | Mr. M. YAHYA SALLO NADWI Sb.<br>P.O. Box 388, Vereninging, (S. Africa) |
| قطر | Mr. ABDUL HAI NADWI Sb.<br>P.O. Box No. 10894, DOHA-QATAR |
| دبئی | Mr. QARI ABDUL HAMEED NADWI Sb.<br>P.O. Box No. 12525, DUBAI (U.A.E.)<br>P.H. No: – 3970927 |
| پاکستان | Mr. ATAULLAH Sb.<br>Sector A-50, Near sau Quater<br>H. No. 109, Town Ship Kaurangi,<br>KARACHI-31 (Pakistan) |
| امریکہ | Dr. A. M. SIDDQUI Sb.<br>38-Conklin Ave, Woodmere<br>NEW YORK 11598 (U.S.A.) |

Website: nadwatululama.org
E-mail Address: nadwa@sancharnet.in






# اسلامی وجود کا ثبوت

اسلامک فقہ اکیڈمی کا تیرھواں اجلاس لکھنؤ سے قریب جامعہ سید احمد شہیدؒ کے احاطہ میں منعقد ہوا۔ ۱۲ سے ۱۵ اپریل ۲۰۰۱ء تک ملک اور ملک سے باہر کے آئے ہوئے فقہاء جمع ہوئے، اور اس میں "نجاست اور طہارت کا اسلامی مسئلہ" "انقلاب ماہیت کے تناظر میں" جدید مواصلات کے ذریعہ معاملات اور استثمار باموال الزکوٰۃ پر عالمانہ بحثیں ہوئیں نیز انٹرنیٹ کے ذریعہ حاصل کردہ معلومات کو سامنے رکھ کر اسلامی فقہ کی روشنی میں مسلم علماء نے اپنی آرا پیش کیں۔ اکیڈمی کے بانی و روح رواں جناب مولانا قاضی مجاہدالاسلام صاحب نائب امیر شریعت صوبہ بہار و صدر مسلم پرسنل لاء بورڈ کی سرپرستی میں گذشتہ اجلاسوں کی طرح یہ اجلاس بھی کامیاب رہا اس کی پاس کردہ تجاویز جدید فقہی مسائل کے سلسلہ میں تمام مسلم حلقوں میں قبول کی جائیں گی اور آئندہ نسلیں جن کے سامنے نئے پیدا ہونے والے مسائل آئیں گے، وہ بھی اس طرز کو اپنائیں گے، حالات ہر زمانہ میں یکساں نہیں رہتے، انکشافات اور تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا۔ علماء سلف نے بھی اپنے زمانہ میں ان مسائل کے شرعی حل نکالے جو اُن کے زمانہ میں پیش آئے تھے اسی طرح اس دور کے علماء کے سامنے اور آئندہ نسل کے سامنے جو مسائل آئیں گے ان کو آئندہ نسل میں پیدا ہونے والے اہل علم دین و شریعت کی روح کے مطابق حل کریں گے۔

اس سیمینار کے میزبان مولانا سید سلمان الحسینی ندوی اور اس کے روح رواں قاضی مولانا مجاہدالاسلام صاحب صدر مسلم پرسنل لاء بورڈ کی دعوت پر راقم بھی افتتاحی اجلاس میں شریک تھا۔ یہ فقہی تحقیقات اگرچہ اس عاجز کا براہِ راست موضوع نہیں رہا ہے اور دماغ پر عالم اسلام کے موجودہ حالات چھائے ہوئے ہیں اور پوری اسلامی برادری اپنے دینی معاملات میں جس کرب واذیت سے گذر رہی ہے اس سے اعصاب متاثر ہیں اور یہ دیکھ رہا ہے کہ جس طرح فرعون نے " اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى" کا نعرہ لگایا تھا آج دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہونے کا دعویٰ کرنے والا امریکہ اور اس کے پیچھے یہود اس طرح کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ مواصلات، مالیات اور ذرائع اطلاعات پر قابض ہونے کے بعد مذہب اور عقائد کو ختم کرکے تمام اقوام عالم کو اپنے طریقۂ حیات کا پابند بنانا چاہتے ہیں اور جس کو وہ "المرحلة الأخيرة للثقافة العولمية" یا اپنے الفاظ میں (FINAL CULTRAL FACE OF GLOBLIZATION) کہہ رہے ہیں۔ اس کو اگر اللہ نے اپنی قدرت قاہرہ سے فرعون کی طرح غرق نہیں کیا تو اس کا مطلب "عالمی سول کوڈ" کی شکل اختیار کرسکتا ہے جس میں افراد کے لئے سوچنے اور اپنی فکر پر قائم رہنے اور اپنے آباء واجداد کے مذاہب پر پابند رہنا ناممکن ہوجائے گا۔ اس سلسلہ میں اپنا حقیر مطالعہ جو عربی اور انگریزی کے ذریعہ حاصل ہو رہا ہے، دل کو دہلا رہا ہے اور سوائے اس کے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف انابت اور دعاء وابتہال سے کشائش طلب کی جائے، ظاہری اسباب بہت ہی دل شکن اور دل کو بھونسا دینے والے ہیں۔ بظاہر اتنے سخت اور مہلک وبا کی موجودگی میں بعض نئے فقہی مسائل جزوی اور فروعی معلوم ہوتے تھے۔ لیکن مذکورہ بالا سیمینار میں شرکت کرتے ہی اللہ تعالیٰ نے ذہن میں یہ بات ڈالی ہے کہ ہماری اس طرح کی کوششیں ایک طرح سے علمی سازشوں

کا جواب بن سکتی ہیں اور مسلمان تمام خطرات میں گھرے ہونے کے باوجود احکام شریعت کو اپنے سینے سے لگائے رہیں گے اور ان کی یہ جدوجہد ایک طرح کا جواب ہے کہ جو لوگ ہمیں کلیۃً کتاب وسنت سے توڑنا چاہتے ہیں۔ اللہ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے ہماری نسلوں کو محروم کرنا چاہتے ہیں ان کو معلوم ہوگا کہ یہ کتاب وسنت تو بڑی چیز ہے، کتاب وسنت پر قیاس کرکے جو مسائل دریافت ہوں گے ان کی پیروی سے بھی دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں اور مجموعی طور پر مسلمان اپنے دین کا کسی بڑی سے بڑی چیز سے سودا نہیں کر سکتے۔ وہ آخر دم تک حلت و حرمت کے مسائل شریعت اسلامیہ سے حل کرتے رہے ہیں اور حل کرتے رہیں گے اور یہ کاوشیں جو بظاہر جزوی اور فروعی معلوم ہوتے ہیں، کلی اور اجتماعی نتائج پیدا کرنے کی اہل ہیں۔

اس تصور نے راقم کو بڑی تشفی دی اور ڈھارس بندھائی اور محسوس کیا کہ جو حضرات اس سلسلہ میں اپنی کاوشیں صرف کر رہے ہیں۔ ان کو احترام و قدردانی کی نگاہ سے ہمیں دیکھنا چاہیئے۔

## ذرا کچھ سوچ اے غافل ہلاکت خیز یہ جھٹکا

از: ــــــــــــ (مولانا) حبیب اللہ صاحب پالن پوری

نشاط ساز محفل لٹ گیا اب آہِ سوزاں ہے
جو کل تک بزم خنداں تھی وہ آج عبرت کا ساماں ہے

دلوں میں درد و غم ہے آنکھ بھی آنسو بہاتی ہے
چمن کی نرگس بیدار بھی اب چشم گریاں ہے

بموں کی طرح پھٹ پھٹ کر در و دیوار گرتی ہیں
قیامت کی گرج سر پر لئے کچھ بھوج لرزاں ہے

وہ گھر کہتے تھے جس کو آج تک دولت کا کاشانہ
وہ گھر خود قبر بن کر صورت شمشان ویراں ہے

ادھر ملبے کے وحشتناک کھنڈر میں دبی لاشیں
ادھر گل کا، گل و گلزار بھی اجڑا بیاباں ہے

بھیانک نالہ و شیون غضب کا نوحہ ماتم
خدا بیزار تقلید فرنگی دشمن جاں ہے

چمن بے آبرو ہے باغباں کی کم نگاہی سے
سمن ہو سبزہ ہو گل ہو زمین برق سوزاں ہے

گناہوں کا تسلسل اور پیہم طور چنگیزی
گنہ اور سینہ زوری قہر کی تصویر عریاں ہے

کسی کے دل کی درد و غم بھری آہوں کی سوزش نے
جلا کر راکھ کر ڈالا یہ وہ شہر پریشاں ہے

فرشتہ تجھ کو سمجھاتا ہے انجام ستم کیا ہے
دعائے خونچکاں سے عرش و کرسی خود بھی لرزاں ہے

ذرا کچھ سوچ اے غافل ہلاکت خیز یہ جھٹکا
خدا ہم کو بچائے کیا سزائے ظلم و عدواں ہے

حضور حق جھکا کر سر دعا کر دل سے رو رو کر
دعا جب چشم تر سے ہو تو گویا ابر نیساں ہے

**اعلان:** قارئین تعمیر حیات کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اب دفتر تعمیر حیات میں ٹیلی فون لگ گیا ہے۔

لہٰذا صبح ۸½ بجے سے ۱۲½ بجے تک بذریعہ ٹیلی فون تعمیر حیات سے متعلق رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ مگر اپنا خریداری نمبر، نام اور ضلع ضرور بتائیں۔

Office Ph. No-78725

حضرات! حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نہ رہنے سے سب سے زیادہ میرے لئے خسارہ کی بات ہوئی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایسے ہمدرد و محب عطا فرمائے جن سے مجھے بڑی تقویت حاصل ہے ان میں سرفہرست جناب مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی معتمد تعلیم ندوۃ العلماء ہیں، جو باوجود اپنی صحت کی کمزوری کے حجاز مقدس کے قیام کی قربانی دے کر سفر کرتے اور مجھ کو اپنی مدد بلکہ سرپرستی سے نوازتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔ میں معتمد مال پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب کا بھی بہت مشکور ہوں کہ انھوں نے مجھ کو محبانہ تعاون دیا، اور مہتمم دارالعلوم مولانا سعید الرحمٰن صاحب نے بھی محبانہ تعلق رکھا ان کے علاوہ متعدد معتمدین اور ذمہ داران شعبہ جات ہیں جن سے مجھے قیمتی تعاون ملتا ہے، سب کا ذکر نام بنام مشکل ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر سے نوازے۔ آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین،

(بقیہ)
## دارالعلوم کی کارکردگی کا جائزہ

کے مختلف شعبوں میں کام کرنے والوں نے اپنا حق ادا کیا۔ اس سے ندوۃ العلماء کے مقاصد کو مدد ملی، اور اس کا کام بڑھا، یہ سب کام کرنے والوں کا جذبہ لائق قدردانی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین صلہ عطا فرمائے۔





# میرے مطالعۂ حدیث کی سرگذشت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

میں جب اپنے استاد شیخ خلیل بن محمد عرب سے ادب کی کتابیں پڑھتا تھا اسی وقت انھوں نے ادب کے نصاب کے علاوہ دو اور سبق شروع کرا رکھے تھے، ایک قرآن مجید کی چند سورتیں جن میں سورۂ زمر خاص اہمیت رکھتی تھی، دوسرے مسلم کی کتاب الجہاد، ان دونوں چیزوں سے استاد محترم کو خاص مناسبت اور ذوق تھا، یہ میرا حدیث سے پہلا تعارف ہے۔

ترتیب اور سنہ تو اب یاد نہیں ابھی طالب علمی کی تکمیل نہیں ہوئی تھی اور ایک ایسا وقفہ آگیا تھا کہ باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ منقطع ہوگیا تھا اور بے ضابطہ مطالعہ کا مشغلہ جاری تھا کہ اپنے گاؤں میں اصلاح اور وعظ کے سلسلہ میں حافظ منذری کی کتاب الترغیب والترہیب کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت پیش آئی جو اپنے گھر کے کتب خانے میں موجود تھی اس کو بار بار پڑھ کر سنایا۔ اسی زمانے میں اپنے ضلع کے مشہور مردم خیز قصبہ سلون جانا ہوا، جہاں مولانا شاہ حلیم عطا صاحبؒ (جو بعد میں دارالعلوم کے شیخ الحدیث ہوئے) کا منتخب کتب خانہ دیکھنے کا موقع ملا۔ اس کتب خانہ سے بعض خاص علماء و محدثین کو تصنیفات کا شوق پیدا ہوا جس میں علامہ ابن جوزی اور حافظ ابن رجب حنبلیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں اسی زمانہ میں محمد بن نصر مروزیؒ (تلمیذ امام احمد بن حنبلؒ) کی کتاب قیام اللیل دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس کتاب نے طبیعت پر ایسا اثر ڈالا کہ وہ محسن کتابوں میں شمار کرنے کی مستحق ہوئی میرا تجربہ ہے کہ ابتدائے شباب میں اس طرح کی کتابیں جن میں مؤثر واقعات اور روایات ہوں اور جن سے عبادت کا ذوق پیدا ہو ایک مرشد کا کام دیتی ہیں۔

میرے حدیث کی تعلیم کا باقاعدہ سلسلہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں شروع ہوا۔ جہاں مولانا حیدر حسن خاں صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ حدیث کے مدرس اعلیٰ اور دارالعلوم کے مہتمم تھے۔ مولانا حیدر حسن خاں صاحب حدیث کے جید اساتذہ میں سے تھے وہ حدیث میں استاذ الہند شیخ حسین ابن محسن انصاری یمانی کے شاگرد تھے اور اُن کے اثر سے ان پر یمنی طرز بحث اور تحقیق غالب تھا۔ وہ اگرچہ متصلب حنفی تھے لیکن ان کا طرز تدریس خالص محدثانہ تھا۔ وہ عقلی بحثوں کا سہارا لئے بغیر رجال اور اصول حدیث سے بحث کرتے تھے اور مذہب حنفی کیلئے کتب صحاح سے ادلۃ تلاش کرنے کی کوشش کرتے تھے ان کے درس کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ طلباء کو فن حدیث کی کتابوں اور محدثین کی تصنیفات سے براہ راست واقفیت ہوتی تھی اور جرح و تعدیل کی کتابوں سے خود کام لینے کی عادت پڑتی تھی، وہ خود بھی محنت کرتے تھے اور طلباء سے محنت کرواتے تھے ان کا درس ہمیشہ ایسی جگہ ہوتا تھا جہاں حدیث کا مختصر کتب خانہ ہوتا اثناء درس میں یہ کتب خانہ ان کے گرد پھیل جاتا اور طلباء کے ذریعہ سے اس کتب خانہ کو کھنگالتے رہتے، اس کا نتیجہ تھا کہ ان کے حلقۂ درس کا طالب علم حدیث، رجال، اصول کی کتابوں اور شرح سے خوب آشنا ہو جاتا۔ اور اس کو یہ معلوم ہو جاتا کہ کس مسئلہ پر اس کو مواد کہاں سے مل سکتا ہے اور کس مسئلہ کے لئے اس کو کیا کتابیں دیکھنا چاہئیں، پھر اس کی معلومات اور اس کا مطالعہ چند گنے چنے مصنفین اور نصاب کی کتابوں میں محدود نہ رہتا اور وہ کسی علمی یا درسی تعصب کا شکار نہ ہوتا میں نے یہ طریقہ درس کہیں اور نہیں دیکھا۔ اور میرے خیال میں علمی حیثیت سے اس سے زیادہ مفید اور ترقی یافتہ طریقۂ درس نہیں ہے۔

میرا قیام اکثر مولانا کے ساتھ ہی رہتا۔ اور میں ان کے کتب خانہ کا مہتمم اور ان کے مسودات کا ناقل اور مرتب بھی تھا اور اُن کے حکم پر رجال کی کتابوں سے مواد بھی فراہم کرتا۔ اس سے مجھے بڑا علمی فائدہ ہوا۔ اور مجھے علمی ترقی کا میدان ہاتھ آگیا، میرے رفقاء درس میں بھی متعدد ایسے تھے جن میں بہت اچھا علمی ذوق پیدا ہوگیا تھا۔ اگر وہ حدیث سے استفادہ کرتے تو بڑے کامیاب مدرس بن سکتے تھے ان رفقاء میں میرے محترم رفیق مولانا عبدالسلام صاحب قدوائیؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن سے مولانا کو خاص خصوصیت تھی، میرے کچھ ہی عرصہ کے بعد مولوی عبدالرشید صاحب نعمانی مولانا کے حلقۂ تلمیذ میں شامل ہوئے اور اُن کو مولانا سے استفادہ کرنے کا خوب موقع ملا۔ اور مولانا سے انھوں نے وہ اختصاص پیدا کیا جو ان کے تلامذہ میں سے کم لوگوں کو نصیب ہوا ہوگا۔

میرا درس و مطالعہ حدیث کا یہ سلسلہ دو سال تک جاری رہا۔ اس زمانہ میں تعلیمی اور اخلاقی حیثیت سے حدیث کے جس حصہ کا سب سے

زیادہ اثر پڑا وہ ترمذی کی کتاب الزہد والرقاق، اور ابوداؤد کی کتاب الادعیہ ہے۔ افسوس ہے کہ یہ ابواب ہمارے مدارس میں بہت روا روی اور سرسری طور پر پڑھائے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہی ابواب باضافہ کتاب الایمان وکتاب العلم سیرت کی تعمیر کا سب سے بڑا ذریعہ اور تربیت واصلاح کا سب سے مؤثر سامان ہے۔

اپنے گھر کے کتب خانہ میں میں نے زاد المعاد کا ایک نسخہ دیکھا تھا اور میرے برادر معظم اتالیق ڈاکٹر سید عبد العلی صاحب علیہ الرحمہ اس کے مطالعہ کی بڑی ترغیب دیتے تھے۔

مجھے بہت عرصہ تک اس سے استفادہ کا موقع ملا اور اکثر وہ نسخہ میرے سفر وحضر کا ساتھی رہا میں اس کتاب کا بھی بڑا احسان مند ہوں اور حدیث کے طالب علم اور اصلاح وتربیت کے شائقین سے اس کے مطالعہ کی پُرزور سفارش کرتا ہوں۔

میں نے مدینہ طیبہ کے قیام میں اس کی تجرید کا بھی کام شروع کیا تھا۔ میرا ارادہ تھا کہ اس میں سیرت وواقعات کا حصہ علاحدہ سنن وآداب کا حصہ علاحدہ اور احکام ووسائل کا حصہ علاحدہ کردیا جائے یہ سب چیزیں اس کتاب میں باہم مخلوط ہیں۔ میرے بہت سے کاموں کی طرح یہ بھی کام ادھورا رہ گیا۔ اگر کوئی صاحب ہمت اس انداز پر اس کتاب کو مرتب کردیں تو بڑی مفید ہوگی!

مضمون ختم ہونے سے پہلے اپنے دو تجربوں اور تاثر کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں۔ ایک تجربہ اور تاثر تو یہ ہے کہ اس زمانہ میں خلافیات کے بجائے حدیث کے اس حصہ پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے جس کا تعلق معاشرت واخلاق ایمانی واحتساب اور تہذیب نفس اور معاملات سے ہے یہ چیز درحقیقت مقاصد بعثت میں شامل ہے۔

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ

ترجمہ: وہی ہے جس نے اٹھایا ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں کا پڑھ کر سُناتا ہے ان کو اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا ہے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور عقلمندی۔ اور اس سے پہلے وہ پڑے ہوئے تھے صریح بھول میں (سورۂ جمعہ)

اس مقصد کے لئے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی مقبول کتاب ریاض الصالحین سے بہتر اور مؤثر کتاب نہیں دیکھی۔ ضرورت ہے کہ یہ کتاب مدارس کے نصاب درس میں بھی داخل ہو اور یوں بھی اپنی اصلاح یا لوگوں کے نفع کیلئے ہمیشہ پیش نظر رہے۔

دوسرا تجربہ اور تاثر یہ ہے کہ اسلام میں اکثر فتنے شکوک وشبہات اور اختلافات ان حدیثوں سے پیدا ہوئے ہیں جو موضوع اور ضعیف ہیں۔

درحقیقت موضوع اور ضعیف حدیثوں میں نور نبوت اصلاح وتربیت کی حقیقی طاقت اور اللہ کی طرف سے وہ تائید وحفاظت نہیں ہے جو قرآن اور احادیث صحیحہ کے ساتھ موعود ہے پھر اس کے اندر بکثرت وہ عنصر ہے جس کو عقلیں آسانی سے ہضم نہیں کرسکتیں اور مختلف شبہات کی تخم ریزی ہوتی ہے میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ فضائل اعمال تک میں صرف احادیث صحیحہ پر اکتفا کی جائے اور ان احادیث کو پیش کیا جائے جن پر محدثین نے بالاتفاق کلام کیا ہے یا جو ان مجموعوں میں بند ہیں جن کو عام شہرت اور تلقی امت کا درجہ حاصل ہے، بڑے تجربوں کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا ہوں اور آخر میں یہ حقیقت بالکل واضح ہوگئی کہ صحیحین کو خصوصیت کے ساتھ اور پھر باقی صحاح کو بالعموم حدیث کے پورے ذخیرہ میں امتیاز حاصل ہے اور وہ کتابیں جن کے ساتھ امت نے اس درجہ کا اعتنا نہیں کیا اُن کے ہم پلہ نہیں ہوسکتیں۔ خصوصیت کے ساتھ اس دور فتن میں جس میں طبیعتوں میں بکثرت زیغ وضلال پایا جاتا ہے احادیث وروایات کے بارے میں اس احتیاط کو ملحوظ رکھنے کی بڑی ضرورت ہے۔

(بقیہ)
آزادیٔ رائے ایک دلفریب نعرہ

اور جو اللہ کے غضب میں گھر گئے ہیں۔

ہم ہر اُس آزادیٔ فکر ورائے کو ٹھکراتے ہیں جس کا انجام گمراہی اور جس کا نتیجہ ذلت وخواری ہو جو اللہ کے آخری دین اور شریعت مطہرہ کو مذمت واستہزاء اور زہر آلود تیروں کا نشانہ بناتی ہو۔

## دعائے مغفرت

تعمیر حیات کے قدرداں مرزا محمد حلیم صاحب (پروپرائٹر مرزا ٹور اینڈ ٹریول لکھنؤ) کی والدہ محترمہ کا طویل علالت کے بعد ۸۰ سال کی عمر میں ۱۰ر اپریل سنہ ۲۰۰۱ء کو انتقال ہوگیا۔ تدفین لکھنؤ کے بلاقی اڈہ کے قبرستان میں ہوئی اور نماز جنازہ مولانا عبد العلیم فاروقی نے پڑھائی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔ قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔





# دار العلوم ندوۃ العلماء کی کارکردگی کا مختصر جائزہ

● حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء

۲۲ر محرم ۱۴۳۲ھ مطابق ۷ر اپریل سنہ ۲۰۰۱ء کو حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دامت برکاتہم نے مجلس شوریٰ کی میٹنگ کے موقع پر ارکان ندوۃ العلماء کی موجودگی میں دار العلوم ندوۃ العلماء کی کارکردگی کے بارے میں جو رپورٹ پیش کی وہ ہم ذیل میں پیش کرتے ہیں۔ (ادارہ)

"الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خاتم النبیین محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین" وبعد:

محترم ارکان مجلس انتظامی! اللہ تعالیٰ کا بیحد کرم اور احسان ہے کہ ندوۃ العلماء کا یہ تعلیمی ودعوتی قافلہ اس سال گذشتہ عیسوی تاریخ کی صدی پوری عبور کرکے اکیسویں صدی میں داخل ہوا۔ اور اسی کے ساتھ ندوۃ العلماء کے قیام پر ۱۰۸ سال، اور اس کے دار العلوم کے قیام پر ۱۰۴ سال پورے ہوئے، ہمارا یہ تعلیم وتربیت کا عظیم ادارہ سو سال قبل جب قائم ہوا تھا ہندوستان برطانوی سامراج کی غلامی کی سختیاں جھیل رہا تھا اور اس کے مسلمان باشندے اپنی عظمت دیرینہ کے کچلے جانے کے دور سے گذر رہے تھے اس میں اسلام کی عظمت وعزت کے لئے کوئی منصوبہ بڑی توقعات کے ساتھ مشکل ہی سے شروع کیا جاسکتا تھا۔ مزید یہ کہ اس ملک میں برطانوی استعمار نے تعلیم کا جو منصوبہ شروع کیا تھا اس میں اس ملک کے باشندوں کے دماغوں کی غلامی کی پوری تدبیر کی جارہی تھی اس سے مسلمانوں کے تحفظ کے لئے وسطی اور جنوبی ہندوستان کے کئی مقامات میں جن میں دیوبند، سہارنپور، اور جنوبی ہند پھر لکھنؤ خاص طور پر قابل ذکر ہیں، بعض دینی تعلیم گاہیں قائم کی گئیں، جن کے ذریعہ علوم شریعت اسلامی کے حامل اور ان کی بنیاد پر اسلامی زندگی کو استوار کرنے اور دعوت دینے والے علماء تیار کرنے کی کوشش کی گئی، ان کی تعداد اگرچہ ملت کے مجموعہ کے لئے بقدر نمک ہی تشکیل سے بنتی تھی لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ یہ بمقدار نمک جماعت اس ملک میں اسلامیت کے بقاء کا ذریعہ بنی۔ اور وہ برابر اپنے ضروری مقصد علم وعمل کو قائم رکھے ہوئے ہے ان علماء دین نے ملک کی تحریک آزادی کا پرچم بھی بلند کیا اور قربانیاں دیں اس سب کی اہمیت وکارکردگی روز روشن کی طرح عیاں ہے، یہی دور تھا کہ علم وہنر کے میدان میں ایک تاریخی انقلاب کا آغاز ہوا تھا۔ جب یہ مغربی ملحدانہ ذہن کی چھاپ تھی چنانچہ اس کے مدنظر علماء اسلام کی ایک منتخب جماعت نے ملک کے دیگر مسلم دانشوروں کو ساتھ لیکر ایسے علماء کی تیاری کا بیڑہ اٹھایا جو قدیم وجدید کو ہم آمیز کریں۔ اور علوم دینیہ میں پختگی کے ساتھ زندگی کے عصری تقاضوں کے سمجھنے والے اور ان کے مطابق علم وعمل کے معاصر ذرائع کو اختیار کرنے کی صلاحیت رکھنے والے بھی ہوں۔ یہی وہ منصوبہ تھا جس کی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے کے لئے ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔

ندوۃ العلماء نے وسائل کی انتہائی کمی اور سامراجی حالات کی سختی اور اپنی مالی بے بضاعتی کے باوجود کام شروع کیا، اور اپنے مقصد کے لئے قابل قدر خدمت انجام دی، اس کوشش کے نتائج ان جامع الصفات شخصیات کی صورت میں ظاہر ہوئے جو اس عظیم ادارہ نے دنیا کو دیں اس منصوبہ کے تحت تیار ہونے والوں کی پہلی نسل میں علامہ سید سلیمان ندوی، مولانا عبد الباری ندوی، مولانا مسعود علی ندوی، مولانا ڈاکٹر عبد العلی حسنی، اور ان جیسی عظیم شخصیتیں ہوئیں، دوسری نسل اُن کے شاگردوں کی ہوئی جن میں مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندویؒ، مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی، مولانا مسعود عالم ندوی مولانا ابو اللیث اصلاحی ندوی، مولانا محمد ناظم ندوی، مولانا عبد السلام قدوائی ندوی، مولانا محمد عمران خاں ندوی، مولانا محمد اویس نگرامی ندوی ودیگر زعمائے دین وملت ہوئے، پھر اس نسل کے شاگردوں میں مولانا معین اللہ ندوی، مولانا مجیب اللہ ندوی، مولانا عبد اللہ عباس ندوی مولانا ابو العرفان خاں ندوی، اور ان کے معاصر رفقاء ہوئے۔ پھر ان کے شاگردوں کی نسل میں

مولانا سید محمد الحسنی، مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی مولانا واضح رشید ندوی، مولانا حبیب ریحان خاں ندوی، پروفیسر سید احتشام احمد ندوی، پروفیسر محمد راشد ندوی، مولانا محمد اسحاق جلیس ندوی، مولانا ڈاکٹر سید لقمان ندوی، مولانا ناصر علی ندوی اور ان کے رفقاء ہوئے پھر مولانا شہاب الدین بنگلوری ندوی، پروفیسر ڈاکٹر یونس نگرامی ندوی اور ان کے دیگر رفقاء ہوئے۔

یہ مذکورہ بالا چند نام بطور نمونہ ہیں جو علمی، تعلیمی دعوتی اور تنظیمی میدانوں میں اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق بڑے بڑے کاموں کے انجام دینے کی شہرت و عظمت کے حامل ہوئے۔

ندوۃ العلماء نے اپنے اختیار کردہ نصاب درس کو قدیم بنیادی اسلامی علوم میں پختگی کے ساتھ عصر جدید کے مفید اور تسلیم شدہ علوم کو شامل کرکے مرتب کیا اور وقت کے تغیر کے ساتھ غیر بنیادی علوم کو لائق تغیر سمجھا۔ اسی کے ساتھ ساتھ دعوت کے کام کے لئے زبان اور معلوماتی علوم کو شامل نصاب کیا۔

ندوۃ العلماء اپنے قیام کے وقت سے تقریباً ۳۵ سال تک سالانہ کانفرنس کا بھی اہتمام کرتا رہا تھا۔ جو ملک کے مختلف شہروں میں بدل بدل کر کی جاتی تھیں اور ان میں ملک کے عظیم القدر علماء اور ملک کی ممتاز شخصیتیں شریک ہوتی تھیں اور یہ کوشش ہوتی تھی کہ مسلمانوں کے مختلف مسلکوں کے زعماء اپنے آپسی اختلافات کو نظر انداز کرکے ایک ساتھ بیٹھیں، اور مسلمانوں کے مسائل اور ملی تقاضوں کے حل پر غور کریں۔ ان کانفرنسوں سے ندوۃ العلماء کے اعلیٰ مقاصد کا تعارف ہوتا تھا۔ اور ان کے تحت امت کے تعلیمی و اصلاحی مسائل پر غور ہوتا تھا۔ اور نصاب تعلیم کو جامع اور مفید تر بنانے کی تجویزیں پیش ہوتی تھیں اور مسلمانوں کے مختلف طبقات میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی دعوت دی جاتی تھی۔ یہ وہ وقت تھا جس میں مسلمانوں میں مسلکی جھگڑوں کا ایک سلسلہ قائم ہوگیا تھا۔ حتی کہ بعض وقت کفار کی عدالتوں میں مقدمے پہونچتے تھے الحمدللہ اس سلسلہ میں ندوۃ العلماء کو کامیابیاں بھی حاصل ہوئیں ندوۃ العلماء کے یہ جلسے بڑے مبارک اور مفید ہوتے تھے لیکن حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے پھر یہ جلسے رک گئے۔ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور نظامت میں اس کی طرف توجہ کی اور ایک بڑی کانفرنس کا انعقاد کیا۔ یہ اجتماع بین الاقوامی سطح پر ہوا۔ اس کا موضوع تبلیغ و دعوتِ اسلامی تھا۔ اور یہ ۱۹۷۵ء میں ۸۵ سالہ اجتماع کے عنوان سے ہوا۔ الحمدللہ بہت ہی کامیاب طریقہ پر انجام پایا۔ اس میں بیرونی ممالک سے ۷۰ سے زیادہ علماء و مقتدر حضرات شریک ہوئے۔ پھر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اسلامی دنیا میں شہرت کی بنا پر تھوڑے تھوڑے وقفوں سے بین الاقوامی سطح پر کئی اجتماعات منعقد ہوئے۔ اور ادب اسلامی کے موضوع پر عالمی انجمن کا قیام عمل میں آیا۔ جس کا صدر مقام ندوۃ العلماء لکھنؤ اور صدر تاحین حیات حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ منتخب ہوئے اس کی شاخیں دنیا کے تقریباً دس ملکوں میں قائم ہوئیں یہ انجمن الحمدللہ مفید طریقہ سے کام کر رہی ہے۔ اب اس کے صدر ایک عرب فاضل ہیں جو ریاض میں رہتے ہیں، اور انجمن کا صدر دفتر انہی کے جائے قیام ریاض میں ہے۔ انجمن کے اول نائب صدر ہمارے ندوۃ العلماء سے منتخب ہوئے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات نیز ان کی سرپرستی میں جو عربی مجلات شروع کئے گئے ان سے بھی ندوہ کے بین الاقوامی تعارف اور تقویت میں اضافہ ہوا۔ دارالعلوم میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کی تعداد جو پہلے سو سے دو سو کے اندر رہتی تھی، دس گنے سے زائد ہوگئی جو ثانوی شعبہ کو ملاکر اس وقت ڈھائی ہزار رہے۔ اس کے علاوہ بطور مزید اس کی شاخیں لکھنؤ و اطراف لکھنؤ میں دو درجن کے قریب قائم ہوئیں مزید یہ کہ خود دارالعلوم ندوۃ العلماء کا دائرۂ تعلیم وسیع اور متنوع ہوا۔ اور کئی شعبوں میں اس کو تقسیم کیا گیا۔ جن میں ابتدائی و ثانوی کے علاوہ كلية الشريعة وأصول الدين، كلية اللغة العربية وآدابها، المعهد العالي للدعوة والفكر الإسلامي، المعهد العالي للقضاء والافتاء تعلیمی لحاظ سے اور کئی مجالس علمی و دعوتی و تربیتی و صحافتی لحاظ سے قائم ہوئیں، جن میں میڈیا سیکشن جس میں انٹرنیٹ بھی ہے، صحافت جو عربی، اردو، انگریزی تینوں زبانوں میں ہے۔ اصلاح معاشرہ اور پیام انسانیت جیسے شعبے شامل ہیں۔ طلبہ کی تعداد کو دیکھتے ہوئے جبکہ ان کے لئے ایک ہی ہوسٹل تھا بتدریج مزید پانچ نئے ہوسٹل تعمیر ہوئے، کتب خانہ تعلیمی عمارت کے ہال میں تھا۔ اس کے لئے علیحدہ پانچ منزلہ شاندار عمارت تیار ہوئی، اس کے علاوہ ضرورت کی کئی نئی عمارتیں بنائی گئیں۔

نصاب تعلیم کے دائرے میں متعدد نئی کتب نصاب تیار ہوئیں جو مختلف موضوعات کو بہتر طریقہ سے سمجھانے اور پڑھانے کا ذریعہ قرار پائیں اور ان کو مختلف مدارس اور یونیورسٹیوں نے قبول کیا۔

اس کے نصاب درس اور نظام تعلیم و تربیت کو ہند و بیرون ہند میں رفتہ رفتہ اختیار کیا جانے لگا اور الحمدللہ اب یہ پوزیشن





ہے کہ ندوہ کے طریقہ کار اور نصاب و نظام کے مطابق تقریباً دو سو سے زیادہ مدرسے اطراف ملک میں کام کر رہے ہیں، ان کے علاوہ کئی مدرسے نیپال میں، کئی بنگلہ دیش میں، کئی ملیشیا میں، اور کئی تھائی لینڈ میں قائم ہو چکے ہیں، جن میں اکثر کو ندوۃ العلماء کے فضلاء ہی نے قائم کیا ہے اور الحمدللہ ان کی اپنے اپنے ملکوں اور علاقوں میں قدر ہے۔

یہاں پر یہ بات ظاہر کرنا بیجا نہ ہوگا کہ ندوۃ العلماء کے مقصود طریقہ کار کی وسیع مقبولیت اور اس کے اثر سے اس کے نہج پر مدرسوں کا قیام اور وابستگی بطور خاص گذشتہ ۳۸ سال کے عرصہ کے دوران عمل میں آئی۔ اور یہ پورا دور گذشتہ سال کے اختتام تک اس کے گوہر شب چراغ مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی نظامت کا رہا۔ اور اس کے ثمرات ہم تاحال حاصل کر رہے ہیں۔

حضرات! حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے دور نظامت کی مذکورہ بالا ترقیات کے تذکرہ کے ساتھ یہ بات بھی لائق تذکرہ ہے کہ ان کے اس دور نظامت میں ان کے خاص معاون ندوہ ہی کے فرزند مولانا معین اللہ صاحب ندوی رحمۃ اللہ علیہ رہے، وہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی رہ چکے تھے، بعد میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پوری طرح وابستہ اور ان کے نائب رہے اور تاحیات ندوہ کی ترقیات میں خاص معاون رہے۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے محب و معاون ہمارے معتمد تعلیم جناب مولانا عبداللہ عباس ندوی ہوئے اور ان کا تعاون ندوۃ العلماء کو برابر حاصل ہے۔

حضرات! ندوۃ العلماء کے مقاصد و کارکردگی کے عمومی تذکرے، پھر اس کی آخری مدت کی ترقیات کے تذکرے کے بعد اس گزرے ہوئے سال کے جائزہ کے طور پر عرض ہے کہ یہ سال جو گذشتہ جلسہ انتظامی سے حالیہ جلسہ انتظامی تک کا گذرا کئی اہم کاموں پر مشتمل رہا۔

جیسا کہ آپ نے اس رپورٹ میں سنا کہ طلباء کی تعداد الحمدللہ بہت بڑھی ہے بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ وہ برابر روز افزوں ہے، چنانچہ احاطہ ندوۃ العلماء میں مزید ہوسٹل تعمیر ہو جانے کے بعد بھی طلباء کے قیام کی جگہیں اور تعلیم کے وسیع اور مختلف شعبوں میں تقسیم ہونے کی بناء پر درسگاہیں ناکافی ہونے لگی ہیں، اس کی وجہ سے ضرورت سمجھی گئی کہ وسط شہر سے ۱۲ کلومیٹر پر حاصل شدہ زمین سکروری میں ثانوی درجات منتقل کر دیئے جائیں۔ اور وہاں تعلیم و قیام طلباء کے لئے عمارت تعمیر کر دی جائے، اس کو گذشتہ سے پیوستہ مجلس انتظامی نے پاس کر دیا تھا۔ چنانچہ اس پر عمل ہو رہا ہے۔ اس سے احاطہ کے اندر کی تنگی کچھ کم ہو سکے گی۔

یہ ثانوی درجات جو لکھنؤ سے بارہ کلومیٹر پر منتقل کئے گئے ان کے لئے درسگاہ اور طلبہ کی اقامت گاہ کی تعمیر کی جو ضرورت تھی اس کے مطابق الحمدللہ درسگاہ کی عمارت ضرورت کی مقدار کے مطابق تیار ہوگئی ہے اور اس میں درجات منتقل کر دیئے گئے ہیں، دارالاقامہ کی عمارت کی بھی پہلی منزل بن گئی ہے عنقریب مقیم طلباء اس میں منتقل ہو جائیں گے، دارالاقامہ کا نام مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے موسوم کرنا تجویز ہوا ہے اس نسبت سے بھی اہل تعلق نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا ہے۔ اس کے قریب مسجد بھی مولانا کے ایک محب بنوا رہے ہیں، اس کو انھوں نے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ الحمدللہ سال رواں اس کام میں خاصی پیش رفت ہوئی اور ترقی سامنے آئی۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہم بے حد شکر گذار ہیں۔

ایک ضرورت عرصہ سے یہ محسوس کی جا رہی ہے کہ ندوۃ العلماء کے عملہ کے اکثر افراد کے لئے احاطہ کے اندر قیام کی جو گنجائش نکالی گئی اس سے ان کے بچوں اور دیگر طلباء اور دارالاقامے کے درمیان اختلاط نیز عملہ کی فیملیوں کا دارالاقامہ کے قریب ہونا مسائل پیدا کرتا ہے۔ ضرورت ہے کہ ان میں سے بھی بیشتر کے لئے احاطہ سے باہر نظم کیا جائے تاکہ احاطہ کے اندر کی فضا زیادہ تعلیمی بن سکے۔ اس سلسلہ میں گذشتہ مجلس انتظامی نے باہر نظم کرنے کی تجویز پاس کی تھی لیکن اس ضرورت کی تکمیل بڑے مصارف کی محتاج ہے، جس کا بندوبست فوری طور پر آسان نہیں،

حضرات! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ندوۃ العلماء ایک جامع تعلیمی تحریک کے ساتھ ساتھ اصلاحی و دعوتی اور اجتماعی اصلاح کا مقصد رکھنے والی انجمن بھی ہے، وہ اپنے ان مختلف مقاصد کے لئے انہیں کے دائروں میں خدمت انجام دینے کی کوشش کرتا ہے مسلمانوں میں تعلیم کے جامع اور زمانہ کے تقاضوں کا خیال رکھنے والے نظام کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے مسلکی اختلافات سے پیدا ہونے والی دوری کو کم کرنے کی کوششوں کے ساتھ اصلاح معاشرہ کا کام بھی اس نے اپنے ذمہ لیا ہے اس کے لئے خاص طور پر چند سال سے ایک علیحدہ شعبہ و دفتر قائم کیا ہے، جس کے ذریعہ سے ان خرابیوں کی طرف جو معاشرہ کو اخلاقی لحاظ سے برباد کر رہی ہیں۔ لوگوں کو توجہ دلانے اور ان سے

خبردار کرنے کا کام اجتماعات کے ذریعہ۔ اور فولڈروں کی اشاعت کے ذریعہ کیا جاتا ہے، اس میں شرک اور توحید کا فرق، مسلم تقریبات کے موقع پر ہونے والی برائیوں کی مضرت اور ملی اور اجتماعی تقاضوں کا خیال کرنے کی طرف توجہ دہانی اور اخلاق و اعمال کے بگاڑ کو ختم کرنے کی کوشش کے طور پر لٹریچر کی اشاعت اور تقسیم کا کام کیا گیا۔ اصلاح معاشرہ کی ایک باقاعدہ کمیٹی بھی تشکیل دی گئی ہے جو ان کاموں کی نگرانی کرتی ہے۔ اس کے دفتر سے سال رواں جو کتابچے شائع کئے گئے ان کی تعداد دو، اور جو فولڈر شائع کئے گئے ان کی تعداد دس ہے، یہ فولڈر دارالعلوم کی شاخوں کو برابر روانہ کئے جاتے ہیں۔ اور اسی کے ساتھ ساتھ دیگر اداروں اور تنظیموں کو بھی بھیجے جاتے ہیں اور اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں جو کوششیں دوسرے لوگ کر رہے ہیں ان میں بھی کمیٹی کے لوگ شرکت کرتے ہیں۔

دوسرا شعبہ اصلاح عقائد کا ہے اس میں خاص طور پر قادیانیت کے فتنہ کی طرف خصوصی توجہ کی ضرورت پڑ رہی ہے، ادھر چند سالوں سے قادیانیت قریب کے اضلاع اور خاص طور پر لکھنؤ اور اس کے قرب و جوار کے علاقوں میں بہت سرگرم ہے، اس کے سدباب کے لئے لکھنؤ، رائے بریلی روڈ پر موہن لال گنج میں ۱۲ر ستمبر ۲۰۰۰ء کو قادیانیت کے خلاف ایک بڑی کانفرنس کا انعقاد دارالمبلغین کے ذمہ دار مولانا عبدالعلیم فاروقی صاحب نے کیا جس میں تقریباً ۵۰ ہزار کے مجمع نے شرکت کی۔ اس میں ندوۃ العلماء نے بھی سرگرم حصہ لیا۔ اور یہاں کے اساتذہ اور طلباء نے اسے کامیاب بنانے کی بھرپور کوشش کی، نیز یہاں کے اساتذہ اور طلبہ ہر جمعہ کو وفد کی شکل میں قادیانیت سے متأثر مختلف دیہاتوں کا دورہ کرتے ہیں۔ اور لوگوں کو اس فتنہ سے خبردار کرتے ہیں۔ دارالعلوم کی طرف سے اس کام کے لئے پوری سہولت بہم پہونچائی جاتی ہے اور پورا تعاون کیا جاتا ہے، راجستھان کے قصبہ راس ضلع پالی کا بھی دورہ کرایا گیا جس پر قادیانیت اور وشو ہندو پریشد کا خاص حملہ ہے، اور الحمدللہ ان کوششوں کے اچھے اور حوصلہ افزا نتائج برآمد ہو رہے ہیں۔

لکھنؤ اور قرب و جوار کے جن علاقوں کا دورہ کیا گیا ان میں خاص طور سے کنکہا، سینڈی اجیرلی، بجنور، ماتی، ننکر اور چندراولی قابل ذکر ہیں بعض مقامات کا دورہ ایک سے زائد بار کیا گیا ماتی کا دورہ متعدد بار ہوا۔

اس سلسلہ میں جو کتابچے اور رسالے شعبہ دعوت و ارشاد کی طرف سے شائع کرائے گئے ان کی تعداد پانچ ہے جو اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں شائع کرا کے لوگوں میں مفت تقسیم کرائے گئے۔

آزادی ہند کے بعد ہندو مسلم منافرت کو ختم کرنے یا کم از کم کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے "پیام انسانیت" کی تحریک شروع کی تھی اس کے ذریعہ مولاناؒ بڑے بڑے شہروں میں ہندو مسلم و دیگر مذاہب کے دانشوروں کو جمع کرکے ان سے خطاب کرتے اور انھیں انسانیت اور آپسی اخلاق اور حسن کردار کی ضرورت کی طرف توجہ دلاتے اس کی وجہ سے ہندو دانشوروں کے ذہنوں میں مسلمانوں سے نفرت کا جو جذبہ ہے وہ کم ہوتا تھا۔ اور آپسی ہمدردی کی ضرورت کا احساس پیدا ہوتا تھا۔ یہ اس ملک کی بڑی ضرورت ہے، یہ نہ صرف مسلمانوں کے لئے مفید ہے بلکہ پورے ملک کے باشندوں کے لئے مفید ہے کہ سب کا انسانی ہمدردی اور شہری ربط پُرامن اور تعمیری ہو۔ اس سے ملک کو فائدہ پہونچتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان کے بہت سے شہروں میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے جلسے کئے اور ان سے فائدہ ہوا۔

ان کے بعد اس کام کو جاری رکھنا ندوہ کے پروگرام میں سمجھا گیا۔ اور اس کے لئے "حلقۂ پیام انسانیت" قائم ہوا۔ جو ندوہ کا شعبہ تو نہیں بنایا گیا۔ البتہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اس کام سے گہری دلچسپی کی بناء پر ہم ذمہ داران ندوہ کو اپنا یہ فرض معلوم ہوا کہ اس کام کو جاری رکھنے میں پوری دلچسپی لیں چنانچہ ندوہ کے احاطہ میں اس کے لئے ایک کمرہ دفتر کے طور پر مہیا کیا گیا ہے اور ایک استاد کو اس کا کنوینر بنایا گیا ہے۔ اور کچھ تھوڑا سا صرفہ بھی کر دیا جاتا ہے۔ الحمدللہ اس دفتر کے پاس ہندی انگریزی میں پیام انسانیت کے موضوع پر لٹریچر بھی ہو گیا ہے جو لوگوں کے پاس بھیجا جاتا ہے۔ اور جگہ جگہ حسب استطاعت مخلوط اجتماع کرکے پیام انسانیت کی دعوت بھی دی جاتی ہے۔

مغربی تہذیب نے ذہنوں میں جو انارکی پیدا کی ہے اس کے درست کرنے کے لئے ایسا لٹریچر جو ذہنوں کو اسلام کی حقانیت کا معترف بنانے والا اور مسائل حاضرہ میں صحیح رہنمائی کرنے والا ہو۔ حضرت مولاناؒ نے اس کے لئے "مجلس تحقیقات و نشریات اسلام" نام کا ادارہ قائم کرکے کتابیں تیار کیں۔ اور دوسروں سے کروائیں، اور شائع کیں، یہ ادارہ اپنی مستقل حیثیت رکھتا ہے لیکن ندوہ سے جڑا





ہوا ہے، اس کے ساتھ بھی ندوہ پورا تعاون کر رہا ہے۔

مذکورہ کام کو تقویت پہونچانے کے سلسلہ میں ندوہ نے ایک میڈیا سینٹر بھی قائم کیا ہے جس کے ذریعہ اخبارات و رسائل میں اسلامی امور میں شک پیدا کرنے والی باتوں کی خبر رکھنے کا کام لیا جاتا ہے، اور حسب ضرورت مراسلوں یا مقالوں کے ذریعہ ہندی و انگریزی میں ضروری وضاحت کی جاتی ہے، الحمدللہ اس کے ذریعہ کئی بہت بروقت اور مفید کام انجام دیئے گئے ہیں، اور سب اہل تعلق اس کو بہت مفید قرار دے رہے ہیں، اسی کے ساتھ انٹرنیٹ کا بھی انتظام کیا گیا ہے جس کے ذریعہ بین الاقوامی سطح پر اسلام کی نصرت کا اور ندوہ کے لئے مفید اور دعوتی کام کے تعارف کا کام بھی لیا جا رہا ہے۔

یہ وہ بعض ضروری کام ہیں جو الحمدللہ توجہ کے ساتھ تعلیمی شعبہ کے متنوع اور وسیع کام کے ساتھ ساتھ الگ سے انجام دیئے جا رہے ہیں، اور سال رواں الحمدللہ ان میں اچھی پیش رفت ہوئی ہے،

مذکورہ بالا ابلاغ و دعوت کے کاموں کی عمومی نگرانی ناظر عام ندوۃ العلماء و رکن مجلس انتظامی جناب مولانا سید محمد حمزہ حسنی ندوی صاحب کے سپرد کی گئی ہے۔

حضرات! گذشتہ مجلس انتظامی سے حالیہ مجلس انتظامی کے درمیان کا سال تعلیمی لحاظ سے بھی الحمدللہ پرسکون گذرا، دارالعلوم کے تمام تعلیمی شعبے الحمدللہ بخوبی کام کرتے رہے، مہتمم صاحب دارالعلوم نے فکر رکھی، اور شعبوں کے ذمہ دار حضرات نے بھی اپنی اپنی جگہ توجہ کی، تقریباً دو ہزار طلبہ نے دارالعلوم کے احاطہ کے اندر امتحان دیا۔ اور شہر کے اندر واقع شاخوں میں تقریباً ڈھائی ہزار طلبہ نے امتحان دیا حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی سے محروم ہونے کے بعد کا یہ پہلا سال تھا، اور خاص طور پر میں جس پر آپ حضرات نے خصوصی بار ڈالا ہے۔ آپ حضرات کی ہمدردی و تعاون کا بڑا محتاج تھا۔ میں شکرگذار ہوں کہ دارالعلوم اور ندوۃ العلماء سے محبت و تعلق رکھنے والوں نے جن میں آپ حضرات شامل ہیں، حسب سابق ہی تعلق و ہمدردی کا ثبوت دیا، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے جو تعلق تھا اس کو اس کی نئی شکل میں باقی رکھا، ندوۃ العلماء کے خدام کو اس سے بڑی تقویت رہی، امید ہے کہ آپ سب اہل تعلق سے یہ محبت و ہمدردی ہم خدام کو ملتی رہے گی۔

شاید اسی تعلق کی بات ہے کہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو مختلف ممالک سے اور خود ہندوستان کے مختلف اطراف سے اپنے یہاں بلانے کی جو خواہشیں تھیں اور ان کی علالت کی وجہ سے پوری نہ ہو سکی تھیں، ان میں اکثر نے مجھ کو ان سے قریبی تعلق کی بناء پر طلب کیا اور دوستوں نے ان دعوتوں کو ندوۃ العلماء کے لئے بھی مفید قرار دیا، چنانچہ میں نے وہ فرمائشیں پوری کرنے کی کوشش کی، اسی طرح سال رواں مجھے بہت سفر کرنے پڑے، میں اولاً جاپان گیا، پھر جنوبی افریقہ گیا۔ پھر برطانیہ گیا، اور آخر میں مراکش جانا ہوا۔ اور درمیان درمیان میں نیپال۔ مدراس پھر حیدرآباد، پھر بنگلور، گجرات، پٹنہ، بھٹکل اور ممبئی کے سفر کرنا ہوئے، اس کے علاوہ لکھنؤ کے قریب کے شہروں میں جانا ہوا سب جگہ میں نے ندوہ کی نمائندگی کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس میں ندوہ کے لئے فائدہ مقدر فرمائے۔

حضرت مولاناؒ کا ندوۃ العلماء سے ایسا عملی ربط رہا تھا کہ ندوہ اور مولانا کا نام کم از کم باہری دنیا میں ایک دوسرے سے مربوط سمجھا جانے لگا تھا حضرت مولاناؒ کی تصنیفات اور عالمی اجتماعات میں ان کی تقریروں سے نہ صرف ان کا تعارف وسیع ہوا۔ بلکہ ندوہ سے مولانا کے ربط سے ندوہ کو اس کا حصہ ملا اور مولانا کی وفات پر جگہ جگہ ندوہ سے بھی تعزیت کی گئی۔

مولاناؒ کی وفات کو پوری دنیا میں مسلمانوں کا بڑا سانحہ سمجھا گیا، اور جگہ جگہ جلسۂ تعزیت اور سیمینار ہوئے اور رسالوں کے خصوصی نمبر نکلے، علی گڑھ یونیورسٹی کے دو شعبوں نے علیحدہ علیحدہ مولاناؒ پر سیمینار کئے، دہلی یونیورسٹی کے شعبہ عربی نے سیمینار کیا۔ ملیح آباد میں جامعہ سید احمد شہیدؒ میں سیمینار ہوا۔ برطانیہ میں آکسفورڈ یونیورسٹی کے اسلامک سینٹر اور ڈیوزبری کے ایک مسلم ادارہ نے علیحدہ علیحدہ سیمینار کئے ہندوستان میں تعمیر حیات، البعث الاسلامی، الرائد اور انگریزی ترجمان فریگرینس نے اپنے اپنے ضخیم خصوصی نمبر نکالے دارالعلوم حیدرآباد کے عربی مجلہ نے ضخیم نمبر نکالا دارالعلوم اسلامیہ بستی نے بھی ضخیم نمبر نکالا، اور بھی متعدد رسالوں نے نمبر نکالے۔

اس کے علاوہ مولاناؒ کے لئے دو جگہ سے ایوارڈ کا اعلان ہوا۔ ایک دہلی کے آبجیکٹیو اسٹڈیز نے شاہ ولی اللہ ایوارڈ کے نام سے اعلان کیا اور مجھ کو بلا کر حوالہ کیا، دوسرے ایوارڈ کا رباط مراکش کے مؤتمر اسلامی کے ثقافتی شعبہ ایسسکو نے اعلان کیا جس کی تقریب میں مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی نے جا کر حصہ لیا۔ اور بحیثیت نمائندہ کے ایوارڈ وصول کیا۔

مولاناؒ کو خراج عقیدت پیش کرنے کا یہ سلسلہ سال بھر چلتا رہا جس کا فائدہ ندوہ سے تعلق کی وجہ سے ندوہ کو بھی پہونچا، ندوۃ العلماء سے تعلق رکھنے والوں نے مولاناؒ سے اپنے تعلق کی وجہ سے ندوۃ العلماء سے اپنی دلچسپی اسی جذبہ کے ساتھ برقرار رکھی، جو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں تھا، اور ندوۃ العلماء

(باقی ص ۶ پر)

# آزادیٔ رائے ایک دلفریب نعرہ

تحریر: مولانا سعید الرحمن اعظمی ندوی
ترجمہ: محمد احمد بستوی

"آزادیٔ رائے" ایک دلفریب اصطلاح ہے جس کی اساس نہ تو عقیدہ اور اخلاق پر ہے اور نہ وہ کسی علمی یا فکری و فلسفی نظریہ کی دین ہے، یہ دراصل ایمانی عقائد اور آسمانی تعلیمات میں شکوک و شبہات اور گمراہی و مغالطہ کی تخم ریزی کیلئے ایک مؤثر ذریعہ کے طور پر مغرب کی ایجاد کردہ ہے، بلکہ سچ پوچھئے تو یہ پوری شریعت اسلامیہ کے بارے میں شکوک و شبہات کی دیواریں کھڑی کرنے کا ایک خوبصورت طریقہ ہے، مغرب اپنے یہاں آنے والے مسلم نوجوانوں کو علم و تہذیب، ثقافت و کلچر، نئی تہذیب و افکار اور جدید علوم کے پیرہن میں یہ سبق ازبر کرا رہا ہے کہ عقلمند ذکی و فطین انسان کا امتیاز صرف فکر و رائے کی آزادی ہی ہے" آزادیٔ رائے سے مغرب کی مراد یہ ہے کہ آدمی تمام انفرادی و اجتماعی امور و معاملات میں اپنی ایک رائے رکھتا ہو جس کی وہ موقع اور بے موقع وضاحت بھی کرتا رہے، دوسروں کو اپنی بلندیٔ فکر، اصابتِ رائے، دانشمندی اور ہوشمندی اور ذہانت کا یقین بھی دلاتا رہے اسی کی بدولت وہ مسلمان جو مادی اور اجنبی معاشروں میں رہتا ہے، بہت سے بنیادی عقیدوں اور شرعی مسائل میں انفرادی رائے رکھنے لگتا ہے، اور اس سے کج فکری، کم عقلی اور نادانی کی عجیب و غریب حرکتیں صادر ہونے لگتی ہیں۔

مغرب زدہ مسلمانوں کی جماعت کے بہت سے ایسے نام نہاد دانشوروں کا ہم نے مشاہدہ کیا ہے جو فکر اسلامی کے قائدین اور اسلامی تہذیب کے پیشواؤں پر نکتہ چینی کرتے ہیں اور انہیں اسلامی امور و معاملات میں اصلاح و ترمیم اور فقہ اسلامی کی تہذیبِ جدید اور علمی و سائنسی ایجادات کی روشنی میں تشکیلِ جدید کی تجویز مان لینے کی صلاح دیتے ہیں اور انہیں یہ باور کراتے ہیں کہ اگر انھوں نے ایسا نہیں کیا تو تہذیبی پسماندگی ان کی رفیق اور اقتصادی کمزوری تا زندگی ان کے ساتھ لازم ہو جائے گی۔

بعض کم علم، کج عقل اور بے بصیرت پرستارانِ مغرب نے تو بہت سے مسلمہ فطری حقائق اور شرعی مسائل کا انکار کرکے ان کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا، انھوں نے سب سے پہلے مسلم خواتین، اسلامی پردہ اور اسلامی لباس کو اپنا ہدف بنایا، مسلم خاتون کو کھلی ہوئی آوارگی، ہر قسم کی بری عادتوں اور بے حیائیوں میں مردوں کے شانہ بہ شانہ چلنے کی دعوت دی، اسلامی پردہ اور تن پوش لباس کا مذاق اڑایا، علمائے شریعت پر رجعت پرستی، قدامت پسندی اور دقیانوسیت کا الزام لگایا اور مسلمانوں کی پسماندگی کا سب سے بڑا سبب انھیں کو بتایا جبکہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ ایسی فکر رکھنے والے افراد مذہب اسلام کا مطالعہ کسی محدود نقطۂ نظر سے یا کسی خاص ذہنیت کے آئینے میں کرتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ آج کے دور میں جبکہ پوری دنیا ایک گوشہ میں سمٹ کر ایک شہر اور ایک بستی کی شکل اختیار کر چکی ہے جہاں دوریاں اور فاصلے ناپید ہو چکے ہیں، اسلام آؤٹ آف ڈیٹ (OUT OF DATE) ہو چکا ہے پھر ایسے دور میں اسلام انسان کی قیادت اور رہبری کے فرائض کس طرح انجام دے سکتا ہے، اور چودہ صدی سے بھی زائد پرانی شریعت کی اندھی تقلید کا کس طرح پابند بنا سکتا ہے۔

فکر و رائے کی آزادی کا مطلب و مقصد یہی ہے جس کا مطالبہ تمام مسلم معاشروں میں کیا جا رہا ہے کہ کسی بھی حال میں یہ اصول ان سے چھوٹنے نہ پائے۔ اس آزادی کے علمبردار چیخ چیخ کر یہ اعلان کر رہے ہیں کہ "اسلام تو آزادی کا مذہب ہے، حدود و قیود اور بندشوں کا مذہب نہیں، اس پروپیگنڈے سے ان کا مقصد صرف مسلمانوں کو مغالطے میں ڈالنا اور ان باتوں کی طرف رجھانا ہے جن کا مذہب اسلام سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے، بعد ازاں یہ اپنے مغربی آقاؤں کو اپنی رفاقت و مودّت کا یقین دلاتے ہیں اور ان کی خدمت میں غلامی، محکومی اور عبودیت کا ٹیکس بھی پیش کرتے ہیں۔ آزادیٔ رائے کا مطلب صرف اور صرف مادہ پرست مغرب کے آگے جھکنا اور اس اسلام دشمن گمراہ و باطل گروپ کی اطاعت قبول کرنا ہے جن کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور ذلت و خواری، محتاجی و مغلوبی مسلط کر دی ہے

(باقی ص۔ پر)





# مغربی زاویۂ نگاہ: کتنا حقیقی اور کتنا خیالی

تحریر: مولانا سید واضح رشید ندوی
ترجمہ: محمد فرمان نیپالی

ایک مقالہ نگار نے ایک مشہور انگریزی اخبار میں لکھا ہے کہ عالم عربی میں قوموں کی بیداری اور اپنی حکومتوں سے اپنے مطالبات منوانے کی صلاحیت معدوم ہو گئی ہے اس لئے کہ وہاں کے عوام پر حکومتوں کا مکمل کنٹرول ہے اور اہل حکومت نے بیداری اور انقلاب برپا کرنے والے اسباب ختم کر دیئے ہیں۔ ذرائع ابلاغ پر قابض ہونے کی وجہ سے انھوں نے ان تمام راستوں کو بند کر دیا ہے جن سے یہ قومیں حقائق سے بے خبر رہتی ہیں، یہ تصور عالم عربی کے موجودہ حالات کی روشنی میں قائم کیا گیا ہے اور اکثر ملکوں کے بارے میں یہ تصور حقیقت کے مطابق ہے خاص طور سے ان ملکوں میں جہاں حکومتیں سراغ رساں ایجنسیوں، عدلیہ، ذرائع ابلاغ نظام تعلیم اور ذہنی تربیت کے وسائل کو خود سنبھالے ہوئے ہیں انہی وسائل کا اثر ہے کہ لوگ اپنی ذمہ داریوں سے غافل و بے پروا ہیں۔ ان کی اظہار رائے کی قوت اور فہم و ادراک محدود ہو کر رہ گئی ہے، اور دانشورانِ قوم اور ماہرین فن کا بحران ہے، اور تعلیم و تربیت کے نظم و نسق کی صلاحیت جمود و تعطل کا شکار ہو گئی ہے۔

ایک دوسرے مقالہ نگار نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حکمراں قوم کے نظریے کے بموجب خارجی دنیا سے قوموں کا انقطاع (بائیکاٹ) اور ان کو یقین دہانی کا تصور اب قصۂ پارینہ بن چکا ہے، یہ الیکٹرانک میڈیا کا دور ہے۔ اس میں داخلی وسائل پر خارجی وسائل غالب آچکے ہیں۔ اور یہ خارجی وسائل کنٹرول سے باہر ہیں، آج دنیا کے کسی حصہ میں جب کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو میڈیا بعینہٖ اس کی تصویر دنیا کے دوسرے حصہ میں پہونچا دیتا ہے، خاص طور پر وہ حادثہ انٹرنیٹ اور ٹیلی ویژن کے آزاد چینل کے ذریعہ دنیا کے چپہ چپہ میں پھیل جاتا ہے

آج ترقی یافتہ ذرائع ابلاغ نے دنیا کو ایسی وسعتوں اور مسافتوں کے باوجود ایک محلہ کی حیثیت دے دی ہے لیکن خطرہ کی بات یہ ہے کہ جس طرح علم کے ساتھ تحریف اور تضلیل کا معاملہ کیا گیا، اسی طرح میڈیا کے استعمال میں بھی یہ معاندانہ رویہ اختیار کیا جا رہا ہے ذاتی رجحانات و خیالات اور انفرادی افکار و نظریات پر مشتمل رپورٹیں کثرت سے پیش کی جاتی ہیں۔ جن کی حقیقت کا علم کافی نقصان اٹھانے کے بعد ہوتا ہے، اس میں اسلام اور مسلمانوں کو جن کے ہاتھ میں یہ وسائل نہیں ہیں۔ زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے، جس کی مثال تاریخ کے اوراق میں مشکل سے ملے گی۔

چند سال قبل قرآنی آیات کو مشتبہ کرنے کے لئے انٹرنیٹ کے ذریعہ خود ساختہ کلام پیش کرنے کی سازش کی گئی تھی، جس پر مسلمانوں نے احتجاج کیا اور اسلامی تنظیموں نے اس کی شدید مذمت کی تو اس اہانت آمیز کلام کو انٹرنیٹ سے باہر نکال دیا گیا۔ اب قرآن کے مشابہ ایک کتاب تصنیف کرکے ایک نئی سازش کی گئی ہے جس کی سنگینی سے جامعہ ازہر مصر نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو آگاہ کیا ہے۔ اسی کے تئیں رابطہ عالم اسلام کی جانب سے شائع ہونے والے اخبار "العالم الاسلامی" میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ "جامعہ ازہر مصر کی اسلامی ریسرچ اکیڈمی نے افریقہ، ایشیا اور یورپ کے تمام علمی اداروں، اکیڈمیوں اور دعوت و ارشاد کے مراکز کے ذمہ داران کو تنبیہ کیا ہے کہ وہ اس محرّف کتاب کے خطرہ سے واقف ہوں جس کا فرضی نام "الفرقان" ہے اور جاپانی طباعت ابواب کی ترتیب و تنسیق اور معانی و مفاہیم کی تفہیم و تشریح میں قرآن کریم کے مشابہ ہے جامعہ ازہر نے پر زور طور پر یہ بات کہی ہے کہ تینوں براعظموں میں نئی نسل کی ایسی ذہن سازی کرنا ضروری ہے کہ جس سے وہاں کے نوجوان شر پسند دشمنان اسلام کی ریشہ دوانیوں، فریب کاریوں اور ملمع سازیوں سے مرعوب نہ ہوں، جامعہ ازہر کے ذمہ داروں نے کہا کہ اس فرضی کتاب کا مقصد مسلمانوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کرنا اور ان کے عقائد و عبادات اور دینی شریعت کو خلط ملط کرکے پیش کرنا ہے تاکہ حق و باطل کے درمیان کوئی امتیاز باقی نہ رہے اور مسلمان شریعتِ اسلامیہ پر اچھی طرح عمل نہ کر سکیں،

اس سے قبل انہی دشمنانِ اسلام نے تحریف کی کوشش کی تھی اور غیر عرب علاقوں میں ایسے نسخے عام کئے گئے تھے جو محرّف تھے، انٹرنیٹ کے عام ہونے سے پہلے یہ کوشش پھر کی گئی۔ آج مغربی میڈیا اور ذرائع ابلاغ نے اسلامی دنیا کی تصویر کو بگاڑنے میں کوئی

کر نہیں انحار کمی ہے، کتابوں کے ذریعہ اخباری تبصروں کے ذریعہ، انٹرنیٹ اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ ایسے مسائل اٹھائے جاتے رہتے ہیں جن سے اسلام کی غلط ترجمانی کے ساتھ ساتھ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان تصادم کی شکل پیدا ہوتی ہے یا مسلمانوں میں ردعمل پیدا ہوتا ہے، افغانستان میں گوتم بدھ کے مجسموں کو توڑنے کے عمل کو میڈیا نے جس طرح نمایاں کیا وہ بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے مختلف ملکوں میں اسلامی ذہن رکھنے والوں کو جن مظالم سے گزرنا پڑ رہا ہے اور خود اسرائیل انسانی حقوق کی اس وقت جس طرح خلاف ورزی کرتا رہتا ہے، روسی جمہوریہ کے مسلم علاقوں میں انسانی حقوق کی جس طرح پامالی ہو رہی ہے ترکی اور دوسرے سیکولر ملکوں میں جس طرح مساجد، مدارس اور علماء پر مظالم ہو رہے ہیں ان کو چھوڑ کر میڈیا کو صرف افغانستان کے مجسموں کی فکر لاحق تھی اور وہ اس عصر کا اہم موضوع تھا، اس کے مسلسل معاندانہ پروپیگنڈہ میں دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمانوں کے خلاف ردعمل پیدا ہوا۔

عالم اسلام سے انتقام لینے کا جذبہ یورپ کو تلبیس وتدلیس، عام مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور غیر مسلموں کے ذہنوں میں مسلمانوں سے نفرت پیدا کرنے پر ابھارتا رہتا ہے، چنانچہ اس کی یہ کوشش مرور زمانہ کے ساتھ تیز تر ہوتی چلی گئی۔ انہی مقاصد کے پیش نظر آج بھی یورپ عالم اسلام کے جملہ معاملات میں دخل اندازی کر رہا ہے، جس کا اصل مقصد انتشار پیدا کرکے اپنی منفعت ومصلحت کا حصول ہے اتنے ہی پر بس نہیں بلکہ وہ عالم اسلام پر حکومت کرنا اور قبضہ جمانا چاہتا ہے

اور وہاں پیش آنے والے واقعات کی گمراہ کن اور جھوٹی تاویل کرتا ہے۔ اگر حالات پُرامن اور سازگار ہوتے ہیں تو اس ماحول میں تصادم وتعارض پیدا کرتا ہے تاکہ عالم اسلام پُرامن زندگی نہ بسر کر سکے۔ اور اس کے حالات مزید بدتر ہوتے چلے جائیں، ایسی صورت حال میں میڈیا اہم رول ادا کرتا ہے اور عوام کو یہ باور کراتا ہے کہ مسلمان ہی دہشت پسند ہیں اور مذہب اسلام دہشت گردی کا حامل ہے اور اگر وہاں کسی طرح کی کوئی محاذ آرائی نہیں ہوتی ہے تو امریکی خفیہ ایجنسیاں عالم اسلام کے مستقبل کا بھیانک تصور پیش کرتی ہیں۔ اور ایسے واقعات کی پیش گوئی کرتی ہیں۔ جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ دراصل یہ افکار ونظریات اس وجہ سے پیدا ہوئے ہیں کہ یورپ کا ان ذرائع ابلاغ پر قبضہ ہے۔

اسی نوعیت کی ایک رپورٹ

حال ہی میں C-I-A نے شائع کی ہے جس میں اس نے پندرہ سال کے اندر عالم اسلام کی بھیانک تصویر پیش کی ہے اس رپورٹ میں عرب نوجوانوں کی مالی پسماندگی ان کے مابین تشدد کے رجحانات اور اندرونی وبیرونی پیش آمدہ واقعات میں اضافہ کی پیشگوئی کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ بیرون ممالک سے مثبت دعوت کو اخذ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں گے وہ اپنے معاشرہ میں رہنا پسند کریں گے جس میں ظلم وزیادتی اور جرائم کے واقعات ہوں گے۔ اس رپورٹ میں مصر و شام، شمالی افریقہ اور وسطی ایشیا کے علاقے زیر بحث آگئے۔ رپورٹ میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ اس وقت عالم اسلام اپنی قوموں کے معاملات کی انجام دہی بخوبی نہیں

کر سکے گا جس کی وجہ سے انھیں اقتصادی ومعاشی بحران سے دوچار ہونا پڑے گا، چنانچہ اس وقت ایک قسم کا انقلاب برپا ہوگا اور قبائلی ونسلی اور جماعتی نعرے بلند تر ہوتے چلے جائیں گے۔

اس رپورٹ میں اس بات پر زور دے کر کہا گیا ہے کہ عالم عربی اس وقت کسی سیاسی اصلاح وترمیم کو قبول نہیں کرے گا اور عوام کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں ناکام رہے گا۔ بیکاری عام ہو جائے گی اور مصر و شام کے علاقوں میں تشدد کے واقعات ہوں گے اور قسم قسم کی تحریکیں وجود میں آئیں گی اور وہاں کی حکومتوں کے خلاف بغاوت ہوگی،

اس رپورٹ میں تو عالم عربی اور خاص طور پر خلیجی ملکوں سے متعلق غیر متوقع افکار و نظریات کی پیش گوئی کی گئی جو اس وقت خلاف قیاس ہیں لیکن اس سے اس کا اندیشہ پیدا ہوتا ہے کہ ان حالات کو پیدا کرنے کیلئے یورپ سازشیں کرے گا۔ تاکہ یہ خواب حقیقت بن جائے۔ اس رپورٹ کے تیار کرنے والوں نے یورپ کے مستقبل کے مسائل اور موجودہ دور میں پیش آنے والے اس کے اقتصادی ومعاشی مسائل کا کوئی تذکرہ نہیں کیا، حالانکہ یورپ کے اہل فکر خود اپنے مستقبل کے بارے میں فکرمند ہیں اور خود امریکہ اقتصادی بحران کا شکار ہے اور طبقاتی اور نسلی خطرات سے دوچار ہے،

اسی طرح تہذیب وتمدن کے تصادم سے متعلق ایک پیش گوئی یورپ کے ایک مفکر ودانشور نے چند سال قبل کی تھی، جس کی کوئی بنیاد نہیں تھی لیکن ذرائع ابلاغ نے اس کو حقیقت حال میں تبدیل کر دیا اور اس بے بنیاد اور موہوم فکر کو تمام پرچوں اور رسالوں نے





شائع کیا۔ اور میڈیا میں وہ مباحثہ کا موضوع بنا رہا، بعض انگریزی مجلات نے اس موضوع پر خصوصی شمارے نکالے۔

۱۹۹۲ء کی بات ہے کہ سموئیل ہنٹنگٹن (SAMUVEL HONTINGTON) پروفیسر شعبۂ سیاسیات اور پرنسپل پالیسی اسٹڈی برائے ہارڈورڈ یونیورسٹی نے "بعنوان تہذیب وتمدن کی کشمکش" ایک محاضرہ دیا جس پر زبردست ردعمل ہوا تھا یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ ان تمام سازشوں سے قبل روسی کمیونزم کے انہدام کے بعد ہی سے عالمی ذرائع ابلاغ نے اسلام اور "اسلامی بنیاد پرستی" کے اصول وضوابط کے خطرہ سے آگاہ کرنا شروع کر دیا تھا۔

ان رپورٹوں، خبروں اور افکار ونظریات کا تعلق رائے عامہ کو موہوم خطرہ کی طرف متوجہ کرنے اور اشتعال انگیزی پیدا کرنے، عالم اسلام میں شدید ردعمل پیدا کرنے اور پوری دنیا میں مسلمانوں کے شعور و وجدان کی حدت وتیزی اور عالم اسلام سے متعلق یورپ کی خودساختہ سازشوں کے خلاف مسلمانوں کے جذبہ کو جانچنے اور پرکھنے کے سوا کچھ نہیں ہے، جب یہ رپورٹیں منظر عام پر آتی ہیں تو تحقیقات کے مختلف نقطہائے نظر سامنے آتے ہیں لیکن ردعمل کے بعد ان کی حیثیت بے بنیاد اور وہمی وخیالی ہو جاتی ہے۔

یورپ کی کچھ سازشیں اتنی طاقتور ہیں کہ ان کی تیاری میں اس کو بہت مشقتیں اٹھانی پڑیں، مثلاً تحریف قرآن کی ناپاک سازش، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانوں کے تعلق کو ختم کرنے کا منصوبہ، اتحاد بین المسلمین کو افتراق میں بدلنے کی فکر، احادیث نبویہ اور تاریخ اسلام پر عدم اعتماد کا خفیہ مکر وفریب اور مسلمانوں کی دینی غیرت وحمیت کو مجروح کرنا، غرضیکہ یورپ اپنی سازشوں اور منصوبوں کے ثبوت میں قسم قسم کے حربے استعمال کر رہا ہے اور ان کے ذریعہ عالم اسلام کے نظام کو متاثر کر رہا ہے۔ اس سلسلہ کی ایک کڑی "شیطانی آیات" نامی کتاب بھی تھی جس کو عالمی شہرت حاصل ہوئی اور وہ ایک عالمی موضوع بن گئی۔ اس کی جس طرح یورپ میں پذیرائی ہوئی اور میڈیا نے اس کو اہم موضوع بنا کر پیش کیا۔ اور مسلمانوں کے ردعمل کو غلط انداز سے پیش کر کے رائے عامہ کو متاثر کیا وہ کسی پر مخفی نہیں۔

یورپی مفکرین اور صحافیوں کے متعلق بنیادی طور پر غور کرنے سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ وہ حقیقت اور تصور، واقعہ اور خواب دونوں حالتوں میں زندگی گذار رہے ہیں، کہیں حقیقت پسند اور کہیں تمناؤں کے غلام، وہ مطالعہ وتحقیق اور دریافت کائنات کی وجہ سے حقیقت پسند واقع ہوئے ہیں جبکہ وہ دوسری طرف اپنی خیالی تصوراتی باتوں کے ذریعہ دنیا کے انسانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

ایسی صورت حال میں ان کے ذرائع سے موصول خبروں اور تبصروں اور تحقیقات پر دونوں حالتوں کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اور یہ غور کر لینا چاہیے کہ اس کا مصدر حقیقت پسندی ہے یا تصور پسندی۔ اور یہ فکر کا نتیجہ ہے یا خیال کا۔

## بے لاگ عدل

قاضی شریح رحمۃ اللہ علیہ اپنے فیصلوں میں خلیفۂ وقت کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ ان کے بے لاگ عدل کا اندازہ صرف اس بات سے بخوبی ہو جاتا ہے، کہ ایک بار انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف فیصلہ دیا، علامہ "شبلی نعمانی" نے اس واقعہ کو قاضی شریح "بحیثیت قاضی تقرری کے سلسلہ میں درج کیا ہے، یعنی بحیثیت ثالث ان کے اس بے لاگ فیصلہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکو کوفہ کا قاضی مقرر کیا، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قاضیوں کا انتخاب اکثر عملی امتحان اور ذاتی تجربہ کے بعد کیا کرتے تھے، علامہ شبلی نعمانی" لکھتے ہیں۔

"قاضی شریح کی تقرری کا یہ واقعہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پسند کی شرط پر ایک گھوڑا خریدا اور امتحان کے لئے ایک سوار کو دیا، گھوڑا سواری میں چوٹ کھا کر داغی ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو واپس کرنا چاہا، گھوڑے کے مالک نے انکار کیا، اس پر نزاع ہوئی، اور شریح" ثالث مقرر کئے گئے، انھوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر گھوڑے کے مالک سے اجازت لے کر سواری کی گئی تھی تو گھوڑا واپس کیا جا سکتا ہے، ورنہ نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حق یہی ہے، اور اسی وقت شریح" کو کوفہ کا قاضی مقرر کر دیا"

(مسلمان قاضیوں کا بے لاگ عدل بحوالہ الفاروق)

امریکہ

# جہاں مسلمان بستے ہیں

نذر الحفیظ ندوی

امریکی معاشرہ دنیا کے مختلف ملکوں، قوموں، نسلوں، رنگوں، زبانوں اور مذہب سے تعلق رکھنے والوں کا ایسا سنگم ہے جس کی مثال کسی اور براعظم میں نہیں ملتی یہ ملک جو بذات خود ایک براعظم ہے، سرد جنگ کے بعد پوری دنیا کو غلامی کا طوق پہنانے پر کمربستہ ہے اور چاہتا ہے کہ روئے زمین پر بسنے والی تمام قوموں کو اپنی تہذیب و ثقافت کے رنگ میں رنگ دے،

امریکی معاشرہ کے اس عجیب و غریب معجون مرکب میں مسلمانوں کی تعداد تقریباً آٹھ ملین ہے جو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے پچاس صوبوں میں پھیلی ہوئی ہے، مسیحیت اور یہودیت کے بالمقابل مسلمانوں کا وجود ثانوی حیثیت رکھتا ہے، یہودی اقلیت اگرچہ ساڑھے پانچ ملین کی تعداد میں رہتی ہے، لیکن امریکی معاشرہ ہی نہیں پوری دنیا پر حاوی ہے، امریکی معیشت اور ذرائع ابلاغ پر قابض و متصرف ہونے کی بنا پر یہودیوں نے مسیحیوں کی اکثریت کو اچھوت بنا کر خود اپنے ملک میں رکھ دیا ہے، مسلمانوں کو تو وہ اپنا ازلی دشمن سمجھتے ہیں اس لئے ان کی پوری کوشش اور تمام تر صلاحیتیں اس بات پر مرکوز ہو کر رہ گئی ہیں کہ امریکی معاشرہ میں انھیں بالکل الگ تھلگ کر دیا جائے۔ بلکہ پورے امریکی براعظم سے انھیں نکال باہر کر دیا جائے واشنگٹن پوسٹ میں ایک یہودی مقالہ نگار لکھتا ہے کہ تمام مغربی ممالک اور امریکہ کے دانشور اس خیال کو حقیقت کی شکل میں دیکھنے لگے ہیں کہ مستقبل میں اسلام ہی ان کا اصل دشمن ہوگا اس مقصد ہی کو پیش نظر رکھ کر ورلڈ ٹریڈ سینٹر میں دھماکہ کرایا گیا۔ تاکہ مسلمان کے بجائے اسلام کو مجرم ثابت کیا جائے۔ اس کے لئے کئی سال سے یہودی منصوبے بنا رہے تھے۔ لیکن اتنے زبردست پروپیگنڈے کے باوجود یہودی اپنے مذموم مقاصد میں ناکام رہے، امریکی عام طور پر زیادہ تر وقت گھر سے باہر کام میں گذارتا ہے، جب گھر آتا ہے تو وہ ٹی وی کے سامنے بیٹھ جاتا ہے تاکہ اپنے گھر اور باہر کی دنیا کا مشاہدہ کرے، جب وہ مختلف ٹی وی چینلوں کو دیکھتا ہے تو اصلی حقائق کا انکشاف ہوتا ہے، عالم عربی سے جو امریکی فوجی اسلام قبول کر کے امریکہ واپس گئے ہیں ان کے بیانات اور مشاہدات کو جب امریکی دیکھتے اور سنتے ہیں تو انھیں اندازہ ہو جاتا ہے کہ امریکہ میں بسنے والے مسلمانوں کی زندگی صاف ستھری ہے، اور وہ زندگی کے تمام شعبوں میں اپنی ذمہ داریاں بہتر طریقہ سے نبھا رہے ہیں، امریکہ کی دانشگاہوں تحقیقی مراکز اور علمی و سائنسی اداروں میں ان کے کارنامے ناقابل فراموش ہیں، روزمرہ کی زندگی میں بھی دوسری اقلیتوں سے ممتاز اور نمایاں ہیں عام طور پر ان مسلمانوں کے بارے میں امریکی شہریوں اور پولیس کا تأثر یہ ہے کہ مسلمان امن پسند شہری ہوتے ہیں اور محبت و ہمدردی سے پیش آتے ہیں، خلیجی جنگ کے بعد امریکی فوجیوں کی ایک تعداد سعودی عرب اور کویت میں مقیم ہے یہاں براہ راست جب ان کا واسطہ مسلمانوں سے پڑا اور انھوں نے اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ کیا تو انھیں یہودی پروپیگنڈے اور اسلام دشمنی کا اندازہ ہوا۔ اس کا فوری اثر یہ ہوا کہ امریکی فوجیوں کی ایک تعداد نے اسلام قبول کر لیا اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے بلکہ اس میں اضافہ ہی ہو رہا ہے بوسنیا اور کوسووا میں مسلمانوں پر امریکی چودھری کی قیادت اور اقوام متحدہ کے پرچم تلے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے تو امریکی اور یورپی فوجیوں ہی میں نہیں عام لوگوں پر اس کا اثر یہ ہوا کہ اسلام اور مسلمانوں کے تئیں ہمدردی کے جذبات پیدا ہونے لگے اور یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ اصل تشدد پسند یورپ و امریکہ کے لوگ ہیں۔ اور وہی انسانی حقوق کو سب سے زیادہ پامال کر رہے ہیں۔

امریکہ میں بسنے والے مسلمانوں کی تعداد کا تذکرہ کرتے ہوئے انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا نے لکھا ہے کہ امریکی مسلمانوں کی کل تعداد آٹھ ملین ہے اس میں مختلف قومیتوں اور نسلوں کے لوگوں کا تناسب اس طرح ہے۔ کالے مسلمان ۴۲٪ ایشیائی مسلمان ۲۵٪ عرب مسلمان ۱۲٫۵٪ دیگر ملکوں کے مسلمان ۲۵٫۵٪ مشہور رسالہ یو. ایس اے ٹوڈے کا کہنا ہے سنہ ۲۰۱۶ء تک امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد ۱۲ ملین ہو جائے گی۔

جہاں تک امریکی براعظم میں مسلمانوں کی آمد کی تاریخ کا تعلق ہے تو ان کے بارے میں عام طور پر یہ بات مشہور ہے کہ مسلمانوں ہی نے





امریکی براعظم کا انکشاف کیا تھا، کہا جاتا ہے کہ اندلس میں جب مسلمانوں کا زوال ہوا اور عیسائی بادشاہ فرڈیننڈ اور ملکہ ازابیلا نے جبراً مسلمانوں کو عیسائی بنانا شروع کیا تو مسلمانوں نے مختلف ملکوں کا رخ کیا۔ اسپین کے مسلمان جہازرانوں نے بھی اپنے خاندانوں کے ساتھ کشتیوں کا لنگر اٹھایا۔ اور وہ بھٹکتے ہوئے امریکی ساحل پر لنگر انداز ہوئے۔ وہ جب وہاں پہونچے تو کولمبس بحر اٹلانٹک کی طرف کوچ کر چکا تھا۔ مغربی ذرائع مسلمانوں کی آمد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سنہ ۱۵۲۹ء میں اسپین سے ایک وفد امریکہ آیا تھا۔ اس میں اصطفانیکو مغربی بھی تھا۔ لیکن یہ ذرائع اس بات سے انکار کرتے ہیں کہ مسلمانوں نے امریکی تاریخ بنانے میں کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام دیا ہے البتہ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ اٹھارہویں صدی کے اوائل میں مسلمانوں کی بڑی تعداد مختلف ملکوں سے ہجرت کر کے امریکہ آئی تھی سوسانا فلوریڈا اور جنوبی کیرولینا مسلمان مہاجرین کے لئے پناہ گاہ بن گئے۔ ان مہاجرین میں اسپین کے مسلمان بھی تھے۔ جو ظلم و تشدد سے بظاہر عیسائی بن گئے تھے۔ لیکن امریکی سرزمین پر جب انھیں آزادی سے سانس لینا نصیب ہوا تو اپنے قدیم مذہب کی طرف واپس آگئے، پھر انیسویں صدی کے اواخر میں عثمانی خلافت کی طرف سے مسلمان علماء اور ماہرین کی ایک جماعت امریکہ بھیجی گئی تھی۔ ان لوگوں کو اس سرزمین کی آب و ہوا راس آگئی تو انھوں نے یہیں قیام کرنا پسند کیا، عثمانی خلافت کے زوال کے بعد بہت سے اسلامی ملکوں سے مسلمانوں نے بڑی تعداد میں امریکہ کی سرزمین کا رخ کیا۔ ان میں بوسنیا، البانیہ، ترکی اور روسی جمہوریتوں کے مسلمان تھے جہاں اشتراکی انقلاب نے مسلمانوں کی زندگی تلخ بنا دی تھی، جنوبی افریقہ کے مسلمانوں کو غلام بنا کر لایا گیا، سفید فام انگریزوں نے امریکہ کے مختلف حصوں میں انھیں تجارتی مال کی طرح تقسیم کر دیا تاریخی کتابوں میں تذکرہ ہے کہ ان ہی افریقی مسلمانوں میں سے ایک نے قرآن مجید کو انگریزی میں بھی پہلی بار ترجمہ کیا۔ فلاڈلفیا میں سب سے پہلے سنہ ۱۸۵۳ء میں یہ قرآن مجید شائع ہوا۔ سنہ ۱۸۶۳ء میں جب الباما یونیورسٹی کی لائبریری آتش زدگی میں خاک ہو گئی تو تنہا یہ نسخہ قرآن مجید کا بچ گیا۔ یہ آتش زنی امریکی خانہ جنگی کا نتیجہ تھی۔

تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق پوری ریاستہائے متحدہ امریکہ میں مساجد کی تعداد بارہ سو ۱۲۰۰ ہے ان میں سے پچاس مسجدیں صرف نیویارک میں ہیں، شکاگو میں ساٹھ ۶۰، اور لاس اینجلز میں پچیس ۲۵ مسجدیں ہیں سنہ ۱۹۱۱ء میں سب سے پہلے شمالی ڈکوٹہ میں روز نام کی مسجد تعمیر کی گئی تھی لیکن سنہ ۱۹۷۹ء میں یہ تاریخی مسجد منہدم ہو گئی۔ اس کے ساتھ ایک تاریخ بھی ختم ہو گئی۔ اس وقت البانوی مسلمانوں کی تعمیر کی ہوئی دو مسجدیں کونیکٹیکٹ کے صوبہ میں موجود ہیں۔ ان میں سے ایک مسجد سنہ ۱۹۱۵ء میں دوسری سنہ ۱۹۱۹ء میں تعمیر کی گئی تھی۔

دوسری عالمی جنگ عظیم کے بعد جب امریکہ نے پوری دنیا سے عام طور پر اور اسلامی ملکوں سے خاص طور پر تعلقات استوار کرنے شروع کئے تو واشنگٹن اور نیویارک میں مسلم ملکوں کے قونصل خانے اور سفارت خانے قائم ہوئے تو مسلمان ڈپلومیٹسوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔ اور مسلمان مہاجرین کی تعداد بھی بڑھی تو ان کی دینی و سماجی سرگرمیوں میں بھی اضافہ ہونے لگا۔ سنہ ۱۹۲۵ء میں اسلامی سنٹر بنا، وہاں مسجد بھی بنائی گئی۔ ازہر کی طرف سے امام کا تقرر ہوا۔ سنہاٹن میں ستر ملین ڈالر کی لاگت سے ایک بڑی مسجد کی تعمیر کی گئی جس کے اخراجات کا بڑا حصہ سعودی عرب نے برداشت کیا۔ اس وقت سعودی عرب کی حکومت اور اس کے زیر اہتمام ادارے رابطہ عالم اسلامی وزارت اوقاف ندوۃ الشباب الاسلامی اقراء فاؤنڈیشن، حرمین فاؤنڈیشن، نیز سعودی امراء اور اہل خیر تجار کی طرف سے خاص طور سے اسلامی سرگرمیوں کے لئے، مالی مدد کی جا رہی ہے، سعودی عرب کے علاوہ کویت، قطر، عرب امارات لیبیا، اور نائجیریا بھی حکومتی اور شخصی سطح پر تعاون کر رہے ہیں، مسلمانوں کی مختلف دینی اور تعلیمی تنظیمیں اور جماعتیں اپنے طور پر بھی سرگرم عمل ہیں۔ اس وقت امریکی مسلمانوں کی دینی، تعلیمی تربیتی، سماجی، اقتصادی اور سیاسی سرگرمیوں میں جو تنظیمیں انتہائی فعال اور سرگرم ہیں اور بڑے پیمانے پر ان کا اثر و رسوخ ہے ان کی تعداد چودہ ۱۴ ہے۔ اس وقت ایک سو ۱۰۰ امام صرف امامت کے لئے مخصوص ہیں۔ ان کا کام پانچ وقتہ امامت کے علاوہ قرآن و حدیث کا درس اور تعلیم و تدریس بھی ہے۔ امریکی جیلوں میں اخلاقی اور دینی تعلیم و تربیت کے لئے جو ائمہ اور مبلغین کام کر رہے ہیں ان کی تعداد پچھتر ۷۵ ہے، امریکی جیلوں میں اس وقت اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں حیرت انگیز اضافہ ہو رہا ہے، عام طور پر کالے امریکی جرائم میں زیادہ تناسب رکھتے ہیں، مبلغین نے ان پر توجہ زیادہ مرکوز کر دی تو دو سال کے اندر ایک لاکھ ساٹھ ہزار اسلام کے دائرے میں یہ کالے داخل ہو گئے، ان کی زندگی بھی یکسر تبدیل ہو گئی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ مشہور مکہ باز محمد علی کلے کی وجہ سے امریکی کالوں نے

اسلام کو بڑی تعداد میں قبول کرنے کا ریکارڈ قائم کر دیا۔ ان کی زندگی میں اس انقلاب سے خود امریکہ کا عام معاشرہ متاثر ہو رہا ہے۔

اسپین سے جو مہاجرین ہجرت کر کے آئے تھے انھوں نے امریکہ کی سرزمین پر اپنے دینی شعائر پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح بعض ملکوں سے عیسائی بھی اپنے ہم مذہبوں کے ظلم و ستم سے تنگ آکر امریکہ میں بس گئے۔ نازیوں نے جب یہودی اقلیت کو تنگ کیا تو انھوں نے بھی امریکہ کو اپنا مرکز بنا لیا، لیکن انھوں نے عیسائیوں کے تعاون سے مسلمانوں کو کالے لوگ قرار دیا اور یہودیوں اور عیسائیوں کو ایسا سفید فام انسان قرار دیا جو پوری دنیا پر حکمرانی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے اثر سے امریکی دستور بھی متاثر ہو کر معاشرہ میں اور سیاسی میدانوں میں عرب اسرائیل کشمکش ہونے لگی۔ امریکی سینٹ نے کھلم کھلا یہودیوں کے حق میں اپنا وزن ڈال دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمان پس منظر میں چلے گئے، امریکی وزارتِ دفاع پنٹاگن نے جو شناختی کارڈ اپنے فوجیوں کے لئے جاری کیا اس میں مذہب کے خانے میں صرف مسیحی اور یہودی تھے اسلام کا ذکر بھی نہیں اور نہ ہی اسلامی شعار کا نام و نشان تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد امریکی فوجی عبد اللہ انگرام نے امریکی صدر سے پہلی بار یہ درخواست کی کہ سرکاری طور پر اسلام کو تسلیم کیا جائے۔ امریکی صدر ہی نہیں پوری امریکی قوم کو بھی اچھی طرح معلوم تھا کہ عبد اللہ نے دوسری جنگ عظیم میں غیر معمولی کارنامے انجام دیئے ہیں اس لئے امریکی صدر نے سرکاری طور پر اس درخواست کو قبول کرنے کا اعلان کیا۔ دوسرے مرحلے میں امریکی فوج میں مسلمان امام کی باقاعدہ تقرری کے لئے جد و جہد کی گئی تو وہ بھی کامیابی سے ہمکنار ہو گئی۔ چنانچہ ۱۹۷۳ء سے امریکی فوج کے مسلمان ملازمین کے لئے ائمہ مقرر ہونے لگے اب سرکاری طور پر عیدین کی نمازوں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ امریکی ذرائع ابلاغ ان دونوں نمازوں اور ان مواقع پر امام کے خطبوں کو امریکی عوام تک پہونچاتے ہیں۔ اس کے نتائج بھی اچھے مرتب ہو رہے ہیں کہ پوری ریاستہائے متحدہ امریکہ سے اسلام کے بارے میں حقائق معلوم کرنے کے بارے میں ٹیلیفون ۔ ۔ ۔ ۔ آتے ہیں اور مختلف صوبوں میں موجود اسلامی مراکز پر اسلام سے متعلق معلومات حاصل کرنے والوں کی بھیڑ لگ جاتی ہے، عالم عربی سے واپس جانے والے امریکی فوجی مسلمانوں کی تعداد میں روز افزوں اضافے سے ایک طرف پنٹاگن پریشان ہے تو دوسری طرف امریکی سینٹ نے یہ رپورٹ اپنے ممبروں میں تقسیم کی ہے کہ امریکی ہر روز خاصی تعداد میں اسلام کے دائرے میں داخل ہو رہے ہیں اس کے برعکس کوئی ایک مسلمان بھی آج تک عیسائی یا یہودی مذہب میں داخل نہیں ہوا۔ مغربی میڈیا میں یہ سوال گردش کر رہا ہے کہ جس مذہب کو دشمن نمبر ایک قرار دیا گیا ہے اس کا مقابلہ کیسے کیا جائے گا۔ دوسرا سوال یہ کیا جا رہا ہے کہ یہودی شاطروں کی تمام تر سازشوں اور مالی و سیاسی اثر و رسوخ اور بے مثال مکروہ پروپیگنڈے کے باوجود مسلمانوں کی واضح تائید و حمایت سے بش کامیاب ہو گئے ہیں جس کے دور رس اثرات مشرق وسطیٰ کی سیاست پر مرتب ہو سکتے ہیں۔ پہلا اور فوری اثر تو یہ ہوا کہ بش نے امریکی تاریخ میں پہلی بار وہائٹ ہاؤس میں ایک خاص سکشن مسلمانوں سے تعلق قائم کرنے کا حکم دیا ہے انھوں نے اس موقع پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ کے مسلمان جس طرح امریکی معاشرہ میں تعمیری کردار ادا کر رہے ہیں اس کی بنا پر یہ ضروری ہے کہ امریکی حکومت ان کے ساتھ تعاون کرے اور وہ جو تعلیمی اور سماجی بہبود کے ادارے چلاتے ہیں ان میں مدد کرے۔ یہ مرکز امریکی مسلمانوں کے ساتھ روابط قائم کرنے میں ہمزۂ وصل کا کام کرے گا۔

واشنگٹن ٹائمز نے لکھا ہے کہ صدر بش کی دلی خواہش یہ ہے کہ امریکی سماج میں جو جماعتیں سماجی فلاح و بہبود کے کام کر رہی ہیں ان سے براہِ راست رابطہ رکھیں۔ بش نے تمام امریکی مسلمانوں ہی نہیں ان کی اپنی پارٹی کا یہ بنیادی مطالبہ عملی طور پر تسلیم کر لیا کہ اسقاط حمل کو غیر قانونی قرار دیا۔ اور اس سلسلہ میں جو امداد دی جاتی تھی ان سب پر پابندی لگا دی جس کی سب سے زیادہ مذمت یہودیوں نے کی ہے اس کے بعد ہی سے یہودی میڈیا نے بش کی شخصیت اور ان کی پالیسی کو ہدف تنقید بنانا شروع کر دیا ہے۔ اس انتخاب میں امریکی مسلمانوں نے جس تناسب سے بش کو ووٹ دیا ہے وہ ۸۵٪ تک پہونچ گیا۔ امریکہ کی چار بڑی تنظیموں کے نمائندوں سے بش نے انتخابات سے پہلے ملاقات کی تھی اور ان سے وعدہ کیا تھا کہ وہ امریکہ کی مشرقِ وسطیٰ سے متعلق پالیسی میں بنیادی تبدیلی کریں گے اور امریکی مسلمانوں کے خلاف جو خفیہ قانون بنایا گیا ہے اس کو ختم کرائیں گے۔ امریکی صدارت کی تاریخ میں پہلی بار امریکی مسلمانوں نے متفقہ فیصلہ کر کے بش کے حق میں ووٹ دیا۔ اس کی بنا پر یہودیوں کے سارے عزائم خاک میں مل گئے، بش کی آمد کے بعد رائے عامہ کے جائزہ سے یہ خوشگوار انکشاف ہوا ہے کہ ۵ء۶۳٪ نے فلسطینی حکومت کے قیام کی تائید کی ہے جبکہ اس سے پہلے صرف ۱۵٪ امریکی اس کی تائید کرتے تھے، بیت المقدس

(باقی صفحہ پر)





# دینی شذرات

نعیم الرحمٰن صدیقی ندوی

مفسر قرآن مولانا عبد الماجد دریابادیؒ کے بھتیجے مرحوم و مغفور حکیم عبد القوی صاحبؒ کے بارے میں ہمارے مخدوم و مربی مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ فرماتے تھے کہ انھوں نے مولانا دریابادیؒ کے قلم سے قلم ملا دیا ہے۔ انھیں حکیم صاحبؒ کے نواسہ مولوی نعیم الرحمٰن صدیقی نے اپنے بزرگوں کا علمی و دینی ورثہ پایا ہے۔ اور ایسا لگتا ہے کہ جیسے ان کو قلم پکڑنا آگیا ہے۔ ادارہ کی فرمائش پر انھوں نے دو دینی شذرات لکھے ہیں جسے ہم مسرت کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔
(ادارہ)

۱۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا اور آپ کا یہ ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے اور آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پاک ہر پہلو اور ہر زاویہ سے کامل و مکمل ترین ہے۔ آپ کی سیرت طیبہ کا ہر واقعہ ہمارے لئے چراغ راہ ہے ہمارا اور آپ کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کسی ایک علاقہ، کسی ایک قوم، کسی ایک نسل اور کسی مخصوص زمانہ کے واسطے نہیں ہے بلکہ دنیا کے تمام انسانوں کیلئے پاکیزہ ترین اور قرآن مجید کے الفاظ میں اسوۂ حسنہ ہے۔ آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس عالم آب و گل نے اپنی آنکھ سے "بعد از خدا بزرگ" کا صحیح مصداق اور سچا پیکر صرف اور صرف حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو دیکھا ہے۔ آپ اس کے قائل ہیں کہ مکہ کا وہ دریتیمؐ علم و عقل، اخلاق و عبادات، صفات و عادات، حسن و معاملات، حسنِ سیرت و حسنِ صورت غرض کہ جتنے بھی فضائلِ آدمیت اور کمالاتِ انسانی ہیں سب کے سب اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ آپ یہ مانتے ہیں کہ عرب کے اس نبی امیؐ کی مکمل پیروی اور اقتداء ہی کا نام اسلام ہے۔

پھر یہ کیسا اندھیر ہے کہ اس اسوۂ کاملہ کے ہوتے ہوئے آپ کی نگاہیں اغیار کی طرف اٹھتی ہیں؟ پیارے نبیؐ اپنی نماز میں کس طرح ادا فرماتے تھے؟ کیا آپ نے بھی اس طرح نماز پڑھی ہے؟ اگر پڑھی بھی ہے تو کتنی بار؟ روزہ اللہ کے حبیبؐ کو کتنا محبوب تھا؟ کیا آپ بھی روزہ کو اپنے لئے آسان سمجھتے ہیں؟ کیا آپ نے کبھی یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ سرور کائناتؐ کی خوراک کس قدر سادہ ہوتی تھی؟ اور کتنی مقدار غذا کی آپؐ تناول فرماتے تھے؟ فاتح کونینؐ کتنے فاقے کیا کرتے تھے؟ کیا آپ بھی فاقہ کیلئے آمادہ اور تیار رہتے ہیں؟ آپ دن بھر میں کتنی مرتبہ معدہ کی خدمت کرتے ہیں؟ کیا اس کی کوئی روایت سیرت رسولؐ سے آپ کو ملی ہے؟ کیا آپ کا لباس پیراہن نبویؐ سے کوئی مناسبت رکھتا ہے؟ آپ نے اپنے جسم پر جو قسم قسم کے کپڑے پہن رکھے ہیں اور خرافت کا معیار جو خوش پوشاکی کو قرار دے رکھا ہے کیا اس کی کوئی دلیل آپ کو سنت نبویؐ سے ملی ہے؟ کیا آپ نے کبھی اس کی فکر کی کہ فخر موجوداتؐ نے مکان کی تعمیر کے سلسلہ میں کیا ہدایات دی ہیں؟ اور کس طرح کے مکان میں سردار دو جہاںؐ کی سکونت تھی؟ اس کے برعکس آپ اپنے مکان کی تعمیر میں خداوند قدوس کی عطا کی ہوئی دولت جس طرح خرچ کرتے ہیں کیا وہ اسراف و تبذیر کے زمرہ میں داخل نہیں ہے؟ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع یہی ہے؟

غور کیجئے کہ آپ کی خرید و فروخت، لین دین، خوشی غمی، رہن سہن، عادات و اطوار، رسم و رواج، میل ملاپ کے طریقے معلم اعظمؐ کے بتائے ہوئے طریقوں سے کس حد تک مناسبت اور ملابست رکھتے ہیں؟

آپ کا معیار زندگی اور طرز معاشرت جتنا پُر پیچ اور تصنع ہے، اللہ کے سچے رسولؐ اور آپ کے اصحاب کرامؓ کا طریقۂ زندگی اتنا ہی آسان اور سادہ تھا۔ آپ اپنے کو اس طرز پر ڈھالنے میں پس و پیش کیوں کرتے ہیں؟

۲۔ ہم اور آپ اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہم کو اپنے پسندیدہ دین کا نام لیوا بنایا۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ خالق کائنات نے اپنے دین "اسلام" کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اپنے برگزیدہ بندوں کو مبعوث فرمایا۔ ان بندوں کو شریعت کی اصطلاح میں انبیاءؑ (ان پر اللہ کی سلامتی اور درود ہو) کہتے ہیں۔ آپ کا ایمان ہے کہ ان کے محبوب بندوں نے پیامِ الٰہی بے کم و کاست ہم تک پہونچا دیا۔ آپ اس بات کو مانتے ہیں کہ ہم سب کو فوز و فلاح اسلام کے احکام پر مکمل طور پر عمل کرنے میں ہے۔

لیکن ذرا سوچئے کہ جب آپ کے گھر، آپ کے خاندان، آپ کے محلہ اور آپ کی بستی میں بڑی تعداد نماز نہیں پڑھتی ہے تو ان کے ساتھ آپ کا رویہ کیا ہوتا ہے؟ رمضان کے مبارک مہینہ میں روزہ خوروں سے آپ کس طرح پیش آتے ہیں؟ وہ زردار جو زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں کرتے ان کے متعلق آپ کا برتاؤ کیا ہے؟ وہ متمول حضرات جو فریضۂ حج نہیں ادا کرتے ہیں آپ ان سے کیا معاملہ کرتے ہیں؟

آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اسلام جیسے پاکیزہ مذہب میں دروغ گوئی، مکر سازی، فریب دہی، وعدہ خلافی، بدمعاملگی، غبن، خیانت، چوری جیسی برائیوں کی بیخ کنی کی گئی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان برائیوں پر عمل کرنے والے آپ کے نزدیک کس حیثیت کے حامل ہیں؟ آپ نے ضرور پڑھا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے ترکہ اور میراث میں عورتوں کا کیا حصہ رکھا ہے۔ ان کے حصہ کو ہڑپ کرنے والوں اور ان کے حقوق غصب کرنے والوں کے ساتھ آپ کیا سلوک کرتے ہیں؟ آپ کو یقیناً معلوم ہوگا کہ سود اور سود خوروں کے بارے میں خدائے قہار نے اپنی سچی کتاب میں سخت ترین احکامات نازل کئے ہیں۔ اس کے بعد بھی آپ سود خوروں اور سود کے سلسلہ میں کیا نظریات رکھتے ہیں؟ آپ نے مطالعہ کیا ہوگا کہ اسلامی شریعت میں رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے کے لئے کتنی شدید وعید ہے۔ اس کے باوجود آپ کی نگاہ میں رشوت دینے والے اور لینے والے کس مرتبہ کے حامل ہیں؟

سوچئے اور خوب سوچئے! پھر یہ فیصلہ کیجئے کہ ہماری عبادات، معاشرت، معاملات اخلاق اور زندگی کا کون سا شعبہ کس حد تک اُسوۂ حسنہ سے ہم آہنگ ہے؟

(بقیہ)
## عالمِ اسلام

● اسپانیہ میں مقیم جمہوریہ کانگو کے دو پناہ گزینوں نے سبتہ شہر کی شیخ مبارک مسجد کے امام کے سامنے اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا ہے۔

یہ دونوں پناہ گزین ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے اپنے ملک کانگو کو چھوڑ کر اسپانیہ چلے آئے تھے۔ تاکہ یہاں چین و سکون کی سانس لے سکیں، یہاں پر بھی انھیں اپنے رنگ کی وجہ سے ذلت وحقارت کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن اس شہر میں اللہ تعالیٰ نے ان کے سینوں کو اسلام کے لئے کھول دیا۔ چنانچہ مسجد کے امام کے اخلاق اور حسن سلوک سے متاثر ہو کر اسلام کا اعلان کر دیا۔

ان دونوں نے اپنے اسلام کا اعلان مسجد کے نمازیوں کے ایک بڑے مجمع کے سامنے کیا۔ ان میں سے ایک نے اپنا نام حسن اور دوسرے نے ابراہیم رکھا ہے۔

● برطانوی داعی خالد کوین کی رپورٹ کے مطابق مغرب میں جہاں ایک طرف اسلام کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جا رہا ہے اس کی تصویر مسخ کی جا رہی ہے اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں طرح طرح کے شکوک و شبہات اور منفی تصورات عام کئے جا رہے ہیں تو وہیں دوسری طرف مغرب کے لاکھوں لوگ حق کی تلاش میں سرگرداں ہیں اور وہاں اس وقت سب سے بڑی ضرورت اسلام کی ہے، مذکورہ رپورٹ کے مطابق مشرقی برطانیہ کے جیل خانوں میں پینتیس ۳۵ قیدیوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔

(بقیہ)
## امریکہ - جہاں مسلمان بستے ہیں

کے شہر قدس میں امریکی سفارت خانہ کی منتقلی کی مخالفت ۵۷ بزنے کی جبکہ پہلے یہ تناسب صرف ۵ء۲۳ بز تھا امریکی وزارت خارجہ نے دو ہفتے قبل مشرق وسطیٰ سے متعلق جو بیان جاری کیا ہے اس میں اس نے کسی فریق پر دباؤ ڈالنے سے معذرت کی ہے۔

## دعائے مغفرت

تعمیر حیات کے کارکن سید اشرف ندوی کے قریبی عزیز جناب سید سفیر احمد اشرفی کا مورخہ ۱۲ر اپریل سنہ ۲۰۰۱ء کو تقریباً ۹۶ سال کی عمر میں آبائی وطن پورے شاہ کامگار (فیض آباد) میں مختصر علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

مرحوم کا تصوف سے گہرا تعلق تھا اور حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کو بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے تھے۔

مرحوم کی کتاب اشرف التواریخ پر تاریخ اسلام کے مصنف مولانا شاہ معین الدین ندویؒ اور مولانا عبد الماجد دریا بادیؒ کے مقدمے ہیں۔

مرحوم کی بال بال مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے، قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللہ تعالیٰ

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے





# عالمِ اسلام

محمد وثیق ندوی

● اللہ کے فضل و کرم اور مخلص داعیوں کی کوششوں کے نتیجہ میں سینگال کے ایک گاؤں "فاس کاہون" کے رہنے والوں نے اسلام قبول کرلیا، یہ گاؤں ایسی جگہ پر واقع ہے جہاں سے مختلف ملکوں کے تجارتی قافلے گزرتے ہیں اس گاؤں کا جائے وقوع بڑی اقتصادی اور اجتماعی اہمیت کا حامل ہے، یہ گاؤں بت پرستی اور عیسائی مشنری کی سرگرمیوں کا اڈہ تھا، یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ایک مخلص داعی محمد صدیۃ اللہ سوسونو کو توفیق دی چنانچہ انھوں نے وہاں ایک مسجد اور ایک اسلامی مدرسہ قائم کیا۔ اور دعوت اسلامی کا کام شروع کیا اور وہاں کے باشندوں کو اسلامی تعلیمات سے واقف کرایا یہاں تک کہ پورے گاؤں والوں نے اسلام کا اعلان کر دیا۔

اس مخلص داعی نے سنہ ۱۹۵۲ء میں اپنی دعوتی سرگرمیوں کا آغاز کیا تھا۔ آج الحمد للہ اس گاؤں میں ایک کاروباری ٹریننگ سینٹر ہے، اسپتال ہے اور ایک بڑا اسلامی مدرسہ ہے جس میں بارہ ۱۲ کمرے اور ایک بڑی مسجد ہے۔

● امریکہ کے اٹلانٹا شہر میں واقع "فرانسا سلفاسٹ" کمپنی میں ۳۱ صومالی مسلم ملازمین دوبارہ اپنے کام پر واپس آگئے ہیں، یاد رہے ان ملازمین نے ڈیوٹی کے دوران ادائیگی نماز کیلئے نہ جانے دینے کے احتجاج میں دو ہفتے سے کمپنی میں کام کرنا چھوڑ دیا تھا اس دوران وہاں کی مقامی مسلم تنظیموں اور اداروں نے ان کا مالی تعاون کیا جبکہ امریکن مسلم رابطہ مجلس نے کمپنی کے ڈائریکٹر سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کیا اور بات چیت کے بعد کمپنی کے ڈائریکٹر کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ ملازمین کو ڈیوٹی کے دوران ادائیگی نماز کے لئے جانے دے تاکہ مذہبی تفریق کے ارتکاب سے محفوظ رہے اور اس بات پر بھی راضی کر لیا کہ ان ہڑتالی ملازمین کو دوبارہ ان کے کاموں پر لگایا جائے۔ اور جتنے دن وہ ہراساں و پریشان رہے اس کا معاوضہ بھی دیا جائے چنانچہ کمپنی نے مسلم ملازمین کو دوبارہ ان کے کاموں پر بحال کر دیا اور ماضی کے برخلاف اس مرتبہ ان کے واسطے ادائیگی نماز کیلئے ایک خاص جگہ کا انتظام بھی کر دیا ہے۔

● پولینڈ کی تنظیم برائے اصلاحیات و ثقافت نے قرآن کریم اور اسلام کے بنیادی مصادر کتب کا پولینڈی زبان میں ترجمہ کرانے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ قدم اس حکمت عملی کے تحت اٹھایا گیا ہے جو نو مسلموں کا لحاظ کرتے ہوئے مرتب کی گئی ہے۔ تنظیم نے اپنا چھٹا سالانہ اجلاس پولینڈ کی راجدھانی وارسا میں منعقد کیا تھا جس میں پولینڈ میں اسلامی دعوت کا جائزہ لیا گیا۔

● سینیگالی پارلیمنٹ کے ممبر ابادیرا یتام نے سینیگال کے صدر کو ایک خط پیش کیا ہے جس میں انھوں نے صدر سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ سینگال میں ایک اسلامی مجلس اعلیٰ قائم کی جائے اور دینی امور سے متعلق ایک وزارت تشکیل دی جائے۔ ساتھ ہی ساتھ ملک کی انتظامیہ میں اور اقتصادیات کے میدان میں سینگالی مسلمانوں کیلئے ایک خاص پروگرام وضع کیا جائے۔ نائب نے اپنے مطالبات کی تائید میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ سامراجی عہد میں سینگال کے مسلمانوں کے لئے ایسا نظام تھا جو ان کے حقوق (معاملات و تشخصات) کی حفاظت کرتا تھا۔ اور اس بات کی طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ پہلے کے مقابلہ میں موجودہ وقت میں حکومت کی جانب سے تسلیم شدہ ایک قانونی نمائندہ کی مسلمانوں کو سخت ضرورت ہے جو ان کا انتظام کرے اور ان کو نظم و ضبط، اتحاد و اتفاق کے اصولوں سے روشناس کرائے۔ اسی بنیاد پر نائب نے ایک اسلامی مجلس اعلیٰ اور دینی امور سے متعلق ایک وزارت کی تشکیل کا مطالبہ کیا ہے جیسا کہ موریتانیہ، گیمبیا اور ساحل العاج ملکوں میں ہے۔

● جرمن کے شہر بون میں اپریل کی ۱۳ر ۱۴ر ۱۵ر تاریخ کو "اسلام کا تعارف" کے موضوع پر ایک کانفرنس منعقد ہونے جا رہی ہے جس کا انتظام یونین برائے یورپین مسلم کارکنان کر رہی ہے اور اس کانفرنس میں شریعت اسلامیہ سے متعلق اہم موضوعات پر بحث ہوگی، مثلاً اسلام اور دوسرے مذاہب کے عقائد، قرآن کا علمی اعجاز، تعدد ازدواج، نظام وراثت وغیرہ۔ اس کانفرنس میں یورپ کے متعدد مسلم مفکرین اور داعیوں کی شرکت متوقع ہے۔

(باقی ص ۲۲ پر)

# سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س:۔ مینٹ ہاؤس جس کا سارا سامان کرایہ پر جاتا ہے اور معقول آمدنی ہوتی ہے تو اس کے کاروبار پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں کرایہ کے سامان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے البتہ اس سے حاصل شدہ رقم پر اگر وہ صاحب نصاب نہ تھا۔ اب صاحب نصاب ہوا ہے تو حولان حول ہو جائے یعنی سال گزر جائے تو اس آمدنی پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

س:۔ سوتیلی ماں، اموں، سگی خالہ، سگی بہن کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں مذکورین کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، چونکہ اس میں صلہ رحمی بھی ہے اس لئے افضل ہے۔

س:۔ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر وتر کی نماز چھوڑ دے توکیا اس پر قضا واجب ہے؟

ج:۔ ہاں اگر کوئی شخص بھول کر بھی وتر کی نماز چھوڑ دے تو قضا لازم ہے تو جان بوجھ کر چھوڑنے والے پر بدرجۂ اولیٰ لازم ہوگی۔

س:۔ کیا وتر کے بعد بیٹھ کر دو رکعت نماز نفل پڑھنا حضورؐ سے ثابت ہے یا نہیں؟

ج:۔ وتر کے بعد بیٹھ کر دو رکعت پڑھنا حضورؐ سے ثابت ہے، ابوداؤد شریف میں ہے کہ حضورؐ وتر کے بعد دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے تھے لہٰذا اگر کبھی کبھی ایسا اتباعِ سنت میں کر لیا جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

س:۔ کیا نماز تہجد پڑھنے کیلئے عشاء کے وقت ترک وتر لازم ہے؟ اور اگر تہجد کے مقصد سے عشاء کے وقت وتر کی نماز نہ پڑھی لیکن بیدار نہ ہوسکا جس کی وجہ سے تہجد فوت ہو گئی تو کیا وتر کی قضاء واجب ہے؟

ج:۔ جو شخص تہجد کا پابند ہو اس کے لئے عشاء کے وقت وتر پڑھنا لازم نہیں ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ تہجد کے بعد وتر پڑھے اور اگر عشاء کے بعد وتر پڑھ لی اور پھر تہجد پڑھا تو یہ بھی درست ہے وتر کے دہرانے کی ضرورت نہیں، جس شخص کو نماز تہجد میں اٹھنے کا اطمینان نہ ہو اس کو چاہیئے کہ عشاء کے ساتھ وتر پڑھ لے۔ اگر اللہ توفیق دے تو بعد کو تہجد پڑھے۔

س:۔ نوٹ یا پوسٹ کارڈ (تصویر والے) جیب میں رکھ کر نماز پڑھے تو کیا حکم ہے؟

ج:۔ تصویر والے نوٹ یا پوسٹ کارڈ جیب میں مزور تا رکھ کر نماز پڑھنے سے کوئی خرابی نہیں آتی۔

س:۔ فرض نماز کے بعد فوراً سنت پڑھنا ضروری ہے یا کچھ تاخیر کی گنجائش ہے؟

ج:۔ فرض نماز کے بعد فوراً سنت پڑھنا ضروری نہیں اذکارِ ماثورہ کی مقدار تاخیر کر سکتا ہے۔ اس سے زیادہ تاخیر نہ کرنا چاہیئے۔

س:۔ سنن و نوافل مسجد میں پڑھنا افضل ہے یا گھر میں؟

ج:۔ سنن و نوافل گھر میں پڑھنا اولیٰ و افضل ہے۔

س:۔ جن نمازوں کے بعد سنن مؤکدہ ہیں اس میں امام اگر زیادہ دیر تک دعا مانگتا ہے تو اس کی تابعداری کرنی چاہیئے یا نہیں؟

ج:۔ جن نمازوں کے بعد سنن مؤکدہ ہیں ان میں فرضوں کے بعد زیادہ تاخیر کو بعض کتابوں میں مکروہ لکھا ہے مگر وہ درست نہیں ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ امام جتنی دیر تک دعا مانگتا ہے اس کے ساتھ مقتدی بھی شریک رہیں، لیکن یہ ضروری نہیں ہے، بلکہ اگر مقتدی کو کوئی فوری ضرورت ہو تو وہ دعا میں شریک نہ ہو۔ اور اگر شریک ہو جائے تو دورانِ دعا بھی جا سکتا ہے۔

س:۔ کیا صبح کی نماز سے پہلے نفل نماز پڑھ سکتے ہیں؟

ج:۔ نہیں! طلوع صبح صادق کے بعد سوائے سنت فجر کے نوافل نہیں پڑھ سکتے ہیں۔

## حضرت مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی کی حجاز واپسی

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہ العالی جنوری ہی میں حجاز مقدس سے دارالعلوم تشریف لا چکے تھے اور اپنی صحت کی خرابی کے باوجود دارالعلوم کے جملہ امور سے دلچسپی لیتے رہے۔ اور مجلس انتظامیہ کے سالانہ اجتماع میں شرکت کے بعد حجاز واپس تشریف لے گئے۔





# شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے

نذر الحفیظ ندوی

(۵)

● یہ ایک کیمرہ مین ہے، بین الاقوامی شہرت کے حامل رسالہ ٹائم میں کام کرتا ہے۔ امریکیوں کے قومی ہیرو جارج واشنگٹن کا پر پوتا ہے مسلمانوں خصوصاً عربوں کے خلاف نفرت اس کے دل ودماغ میں مغربی میڈیا نے بھر دی ہے۔ وہ اپنے پیشے سے مجبور ہو کر لبنان جاتا ہے، افغانستان جاتا ہے تاکہ وہاں کے جنگی مناظر کی تصاویر اپنے رسالہ کو بھیج سکے وہاں مسلمانوں سے ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ ان کے تصورات شیشے چکنا چور ہو جاتے ہیں مغربی پروپیگنڈہ کی حقیقت عریاں ہو جاتی ہے، وہ بوسنیا جاتا ہے وہاں دیکھتا ہے کہ اس کے ہم مذہب امریکی چودھری کی نگرانی اور اقوام متحدہ کے پرچم تلے مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے جا رہے ہیں۔ ضعیف و ناتواں مسلمان بچیوں اور عصمت مآب خواتین سے زیورِ عصمت اتاری جا رہی ہے یہ خوفناک مناظر دیکھ کر مسیحیت سے نفرت ہونے لگتی ہے وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگتا ہے، خود سے یہ سوال کرتا ہے کہ کیا ان نہتے انسانوں پر مسلمان ہونے کی بنا پر دنیا ظلم کر رہی ہے، وہ ایک مسلم دوست کی تدفین میں شرکت کیلئے جاتا ہے تو وہاں مختلف ملکوں کے مسلمانوں کو دیکھتا ہے جو صرف اسلامی اخوت کے رشتہ کی وجہ سے تدفین کیلئے آئے ہوئے ہیں وہ یہ منظر دیکھ کر بے قابو ہو جاتا ہے اور یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو دنیا کے تمام امراض کا علاج کر سکتا ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ۔

● یہ دیکھئے اسلام کا ایک دیوانہ ہے جو اپنے وطن روس سے اسلام کی راہ میں بے وطن کیا گیا ہے۔ بیوی بچوں سے محروم ہوا۔ ان پر غم کرنے اور ان کا مرثیہ کہنے کے بجائے اس نے تسکین قلب کا سامان اس طرح فراہم کیا ہے کہ جاپان جیسے صنعتی شہنشاہ کو اسلام کے پرچم تلے لانے پر تل گیا ہے۔ اس کا مشغلہ صرف یہ ہے کہ وہ ٹوٹی پھوٹی جاپانی زبان میں اپنے ملاقاتیوں سے کلمہ طیبہ پڑھنے کا مطالبہ کرتا ہے اور ان کا ایک اسلامی نام رکھ دیتا ہے وہ اپنے مخاطب سے یہ نہیں کہتا کہ آپ اسلام قبول کر لیجئے۔ وہ صرف یہ کہتا ہے کہ جاپانی بہترین قوم ہیں۔ ہم جس طرح یہ جملہ ادا کریں آپ بھی اس طرح ان الفاظ کو ادا کریں۔ مخاطب سادگی سے ان جملوں کو سوچے سمجھے بغیر ادا کر دیتا ہے۔ لیکن اسے نہیں معلوم کہ ان الفاظ میں کیسی نورانیت ہے۔ چند دنوں کے بعد یہ کلمہ طیبہ کی نورانیت قلب کو منور کر دیتی ہے اور وہ اسلام قبول کر لیتا ہے ٹوکیو یونیورسٹی کے ایک پروفیسران سے اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے گئے تو اسلام قبول کر کے واپس ہوئے۔ دوسرے دن انھوں نے اس روسی مبلغ کو اپنی یونیورسٹی میں اسلام پر لیکچر دینے کیلئے مدعو کیا۔ وہاں پندرہ پروفیسر موجود تھے ان سے کہتا ہے کہ آپ الفاظ کو ایسا ہی دہرائیے جس طرح ہم کہہ رہے ہیں، تین چار بار یہ عمل کرایا جاتا ہے پھر ہر ایک کا ایک اسلامی نام رکھ دیا جاتا ہے لیجئے کام ختم لیکچر مکمل ہو گیا، یہ ایک دن کی کمائی ہے۔

● جاپان کے ایک شاہی خاندان کا ایک ذمہ دار شخص اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ تفریحی مقصد سے ٹوکیو سے باہر قومی شاہراہ پر جا رہا ہے ایک خوبصورت چشمہ کے پاس تھوڑی دیر کے لئے یہ شاہی قافلہ رکا تو اس نے دیکھا کہ کچھ لوگ سفید لباس میں ملبوس اٹھ بیٹھ رہے ہیں ان کی پیشانی پر عجیب و غریب چمک ہے، ایک شخص سب سے آگے ہے باقی آدمی اس کی پیروی کر رہے ہیں یہ عجیب و غریب منظر تھا اس کیلئے۔ یہ ایک تبلیغی جماعت تھی جو نماز کے لئے راستہ میں ٹھہر گئی تھی۔ ترجمان کے ذریعہ بات چیت ہوتی ہے، سادہ گفتگو، بے تکلف اور مخلصانہ دعوت نے اس کو اسیر کر لیا اور کعبہ کو ایک نیا پاسبان جاپان کے بت خانے سے مل گیا۔(۱)

(۱) جاپانی بدھ مت کے پیرو ہیں۔ بدھ ہی سے بت نکلا ہے سنہ ۱۹۹۷ء کی رپورٹ کے مطابق روزانہ ایک سو جاپانیوں کے قبولِ اسلام کا تناسب ہے، ٹوکیو کا اسلامی سینٹر ایک اسلامی یونیورسٹی قائم کرنے کے بارے میں منصوبہ بنا رہا ہے۔

> یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصۂ محشر میں ہے
> پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے
>
> اقبال

سیرت نبویؐ کے موضوع پر ایک منفرد کتاب

# اُسوۂ حسنہ کے آئینے میں

## ایک تعارف

• شمس الحق ندوی

اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کیلئے کائنات انسانی کے واسطے عمدہ نمونہ اور بہترین مثال بنا کر مبعوث فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ" یعنی تمہارے (عمل اور زندگی گزارنے کیلئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر بہترین نمونہ ہے اس نمونہ پر چل کر دنیا و آخرت کی سعادت فوز و فلاح اور نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہی وہ اسوۂ حسنہ ہے جسے صحابہ کرامؓ نے اپنے لئے مشعلِ راہ بنا کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی خوشنودی اور دنیا کی سربلندی حاصل کی اور یہ قانون رہتی دنیا تک موجود رہے گا۔ "مَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا" کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تابعداری اختیار کرے گا وہ بڑی کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔"

اسی مفہوم کو جناب مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء نے اس کتاب پر نہایت عمدہ اور بڑے مؤثر انداز میں تفصیل کے ساتھ پیش کیا ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ یہی وہ اُسوۂ حسنہ ہے جس کی تابناک اور طاقتور روشنی مسلمانوں کی زندگی کے تمام گوشوں کو منوّر اور مجلّیٰ کرتی ہے۔

یہ کتاب تین حصوں میں منقسم ہے پہلے حصے کا جلی عنوان "مختصر مقالات سیرت" ہے جس کے ذیلی عنوانات یہ ہیں • سیرت رسولؐ اور عصر حاضر کے مسائل کا حل • لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ • انسان کی تعمیر میں پیغمبر اسلام کی معجزانہ صلاحیت • راہِ نبوت ایک اسلامی تحفہ • کی محمدؐ سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں • رسول اکرمؐ کی اخلاقی تعلیم • زندہ قوم کی علامت • رمضان کا آخری عشرہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم • عملی نمونہ اور مثالی زندگی • اخلاق ایک لازوال طاقت وغیرہ؛

دوسرے حصہ کا جلی عنوان "چند فدائیان رسول صلی اللہ علیہ وسلمؐ" ہے جس میں مولانا محترم نے امین امت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے جذبۂ عشق و جہاد اور ان کی راہِ خدا میں جاں نثاری کا تذکرہ کیا ہے۔ اور مداح رسول حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی شعری خصوصیات بیان کی ہیں اسی کے ساتھ غزوۂ تبوک میں حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت عباسؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عبیداللہؓ، حضرت عاصم بن عدیؓ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جانی اور مالی قربانیوں اور جذبۂ جود و سخا کا تذکرہ بڑے دلکش انداز میں کیا ہے۔

"سیرتِ طیبہ ادب اور تاریخ کے آئینے میں" تیسرے حصہ کا جلی عنوان ہے جس کے ذیلی عنوانات یہ ہیں، مسنون دعاؤں میں ادب کی جلوہ گری • ہندوستان میں عربی زبان میں فن سیرت نگاری • حدیث نبوی کے قصے اور ان کا ادب اخیر میں سیرت کے ایک بڑے جلسے میں اس موضوع پر کی گئی مولانا کی ایک برجستہ تقریر بھی شامل ہے، اس کا موضوع ہے "سیرت طیبہ کا پیغام عام مسلمانوں کے نام۔ اور "عصر حاضر میں مطالعہ سیرت کی اہمیت" کے موضوع ایک دلکش تحریر ہے جو مطالعہ سیرت کا شوق و رغبت دلاتی ہے، نیز مصنف کتاب نے اس باب میں سیرت نگار نبوی مولانا قاضی سلیمان منصور پوریؒ کی "رحمۃ للعالمین" اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی "السيرة النبوية" پر دو علیحدہ علیحدہ تاثراتی مقالے بھی شامل کئے ہیں۔

مذکورہ تمام مشتملات سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مولانا موصوف نے کتنی عرق ریزی اور جد و جہد سے یہ کتاب تیار کی ہے اور بتایا ہے کہ آج دنیا کے اندر جتنے مسائل ہیں چاہے انفرادی ہوں یا اجتماعی، سیاسی ہوں یا اقتصادی، تعلیمی ہوں یا معاشرتی سب کا حل سیرت نبوی میں ہی مل سکتا ہے

معتمد تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء حضرت مولانا عبداللہ عباس صاحب ندوی مدظلہ العالی اپنے گرانقدر مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

"پیش نظر مقالات سیرت جس کا نام "اُسوۂ حسنہ کے آئینے میں" رکھا ہے، اصلاحی اور دعوتی مضامین پر مشتمل ہے، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تمام انسانوں کیلئے نمونہ ہے جس کی پیروی کی جا سکے۔ اسی کو اسوۂ حسنہ کہتے ہیں۔

(باقی صفحہ ۳۰ پر)





# مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

• جنیوا میں انسانی حقوق کی عالمی کمیٹی کے ۵۶ ویں اجلاس کو خطاب کرتے ہوئے سعودی وزارت خارجہ میں سیاسی امور کے معاون سکریٹری نے کہا کہ سعودی قوانین کے مطابق غیر مسلم تارکین وطن کو ان کی مذہبی رسومات کی ادائیگی سے روکنے والوں کے لئے سزائیں مقرر کی گئی ہیں انھوں نے کہا کہ بعض لوگ اسلام میں انسانی حقوق کے مفہوم سے یا تو ناواقف ہیں یا اسے سمجھنے میں لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں معاون سکریٹری نے کہا کہ ملک کے موجودہ قوانین کے مطابق تمام شہریوں کو اور تارکین وطن کو برابر کے حقوق حاصل ہیں اور بلا امتیاز انھیں اپنے اجتماعات کرنے اور خیالات کا اظہار کرنے کی پوری آزادی ہے انھوں نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں مقیم سات ملین سے زائد تارکین وطن کو بغیر کسی روک یا بغیر کسی ٹیکس کی ادائیگی کے اپنی تمام تر آمدنی اپنے ملکوں کو بھیجنے میں آزادی حاصل ہے اور اعداد و شمار کے مطابق ۱۹۹۹ء تک تارکین وطن ۱۷ ارب ڈالر اپنے ملکوں کو منتقل کر چکے ہیں اس کے علاوہ ملک کے نئے قوانین کے مطابق تارکین وطن اور غیر ملکیوں کو ملک میں املاک خریدنے کی بھی اجازت دی گئی ہے۔

انھوں نے کہا کہ انسانی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ آج سے تقریباً ۱۵ سو سال پہلے اسلام نے بنی نوع انسان پر مظالم کو روکنے کے لئے عملی طور پر اقدام کیا اور اب وقت آگیا ہے کہ دنیا کی تمام تہذیبیں اور ممالک مل جل کر انسان کو اس کا صحیح مقام دلانے کے لئے اپنی مشترکہ کوششوں کا آغاز کریں۔

• اسپین کے شہر بارسلونا میں مسلمان خواتین نے پہلی بار عالمی سطح پر ایک کانفرنس منعقد کی جس میں یورپ کے مختلف ملکوں سے دو سو سے زیادہ مسلم خواتین نے شرکت کی۔ اس کانفرنس کا مقصد دعوت و تبلیغ کے میدان میں مسلم خواتین کے کردار کو نمایاں کرنا ہے اور مساجد و اسلامی مراکز کے دعوتی کردار کو مزید موثر بنانے پر زور دیا گیا اور یورپ میں قائم دینی مدارس میں دین اسلام کی تدریس کو جاری کرنے کے منصوبہ پر بھی سنجیدگی سے غور کیا گیا اور کانفرنس میں مغربی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ مسلمان عورت کی غلط تصویر کشی کے سلسلے کو ختم کرنے کے منصوبے پر بھی غور و خوض کیا گیا۔

• نیویارک ٹائمس سروس کی ایک حالیہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ۱۹۷۵ء تک اسپین میں سو فیصد کیتھولک آبادی تھی لیکن اس وقت سے مسلمانوں کی تعداد میں بدستور اضافے کے باعث وہاں مسلمانوں کی تعداد آج پانچ لاکھ سے بھی تجاوز کر گئی ہے۔

تفصیلات کے مطابق مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی سرزمین اسپین (قرطبہ) اپنے روشن ماضی کی طرف رواں دواں ہے رپورٹ کے مطابق اسپین کی تمام مساجد و مدارس گرجا گھروں میں بدل دیئے گئے تھے۔ اور ان مساجد کے مینار اللہ اکبر کی آوازیں سننے کو ترس گئے تھے لیکن آج وہاں کثیر تعداد میں مساجد، مدارس قائم ہو رہے ہیں۔ نیویارک ٹائمس کے مطابق امریکی افواج میں بھی مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تک پہنچ گئی ہے۔

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔
فون نمبر: ۲۴۴۵
محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی
آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج

# مطالعہ کی میز پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور تصوف
مصنف: شیم طارق، صفحات: ۴۰
سائز $\frac{20\times30}{16}$، قیمت =/۲۰ روپے
ملنے کا پتہ: فرینڈس آف لٹریچر اینڈ جرنلزم ۲۱۶/۱۷، بائیکلہ روڈ (ویسٹ) ممبئی نمبر ۴۰۰۰۰۸

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی بافیض اور علمی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں ایک پہلو تصوف وسلوک سے ان کا خصوصی تعلق بھی ہے۔

محترم شیم طارق صاحب بظاہر شعروادب تنقید وتحقیق اور صحافت کے شہسوار ہیں لیکن بباطن وہ راہ تصوف وسلوک کے قریبی کوچہ نوردوں میں سے بھی ہیں۔ انھوں نے جہاں اس کتاب میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی تحریروں کی روشنی میں تصوف کی حقیقت کا جائزہ لیا ہے۔ اور تصوف کی اہمیت وافادیت بیان کرتے ہوئے تصوف کے بارے میں خام خیالات اور جاہلانہ تصورات کا ازالہ کیا ہے وہیں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی عابدانہ زاہدانہ اور صوفیانہ زندگی پر تفصیل سے بصیرت افروز روشنی ڈالی ہے۔

درحقیقت حضرت مولاناؒ نے تصوف کے سلسلہ میں جاہلانہ افراط وتفریط سے بچ کر شریعت وطریقت کو ایک دوسرے کا رفیق بنایا۔ اور طریقت کو شریعت کا رقیب تسلیم کرنے کے بجائے اس کا لب لباب اور دین کی روح تسلیم کرنے پر اصرار کیا۔ یہی حقیقت بھی ہے اور تمام اکابرین سلسلہ اور شیوخ طریقت اسی پر اصرار کرتے رہے ہیں۔

اس کتاب میں بعض جماعتوں کا بھی تذکرہ آیا ہے مگر اتنے شائستہ انداز میں کہ کسی کی توہین بھی نہیں ہوتی اور حضرت مولاناؒ کا موقف بھی واضح ہو جاتا ہے، یہ کتاب تحقیقی استدلال اور زبان واسلوب ہر حیثیت سے انتہائی قابل قدر ہے اور اہل علم کے لئے خاصے کی چیز ہے،

اس کتاب کو پڑھنے کے بعد بہت ساری غلط فہمیوں کا ازالہ ہوتا ہے، تصوف کی حقیقت اور ضرورت پر روشنی پڑتی ہے اور یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ تصوف مختصر لفظوں میں انسان کو انسان بنانے اور اخلاق وایمان کے ساتھ ان میں قوت عمل بھر دینے کا کام کرتا ہے، آج ہمیں اسی کی ضرورت ہے۔

ہماری دعا ہے کہ یہ علمی کتاب جماعتی مصلحتوں سے بلند ہو کر پڑھی جائے۔

---

نام کتاب بیت بازی
مرتب: ابن غوری، صفحات: ۶۴
سائز $\frac{20\times30}{16}$، قیمت =/۱۵ روپے
ملنے کا پتہ: مولانا محمد علی جوہر اسٹریٹ نلگنڈہ ۵۰۸۰۰۱

شعر کہنا اور شعر پڑھنا انسان کے دماغ کو نکھارتا ہے اور ذہن کو پاکیزگی عطا کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قدیم زمانہ سے شاعری ایک اچھا فن تصور کیا جاتا ہے اور اب بھی اس کی اہمیت و افادیت مسلم طور پر باقی ہے اور دینی وعصری تعلیم گاہوں میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء شعرو ادب سے خصوصی لگاؤ رکھتے ہیں۔ اور تعلیم کے دوران بیت بازی کے ذریعہ اپنے شعری شعور کو بیدار کرتے ہیں۔

اس زاویہ سے ایسا کوئی مجموعۂ اشعار نہیں آیا تھا جو طلباء کی اس ضرورت کو پورا کر سکے ابن غوری صاحب قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں نے اس طرف پیش قدمی کی۔ اور "بیت بازی" کے نام سے پانچ سو اشعار کا ایک ایسا مجموعہ مرتب کر دیا ہے جس میں انھوں نے عام فہم، دلگداز اور معیاری اشعار جمع کر دیئے ہیں۔

شعر کی نمائندگی تلی۔ غالب۔ اقبال۔ حالی، ولی، داغ۔ ناسخ، جگر۔ فیض سے جگن ناتھ آزاد تک ہر دور سے کی گئی ہے، رباعیات بھی لی گئی ہیں چونکہ زیادہ تر اشعار بیت بازی میں الف، نون اور یا، پر ختم ہوتے ہیں۔ اور یہ سب علامہ اقبال ہی کے ہیں۔

جوش کے اشعار کی کمی محسوس ہوئی جبکہ وہ الفاظ کے جادوگر تھے۔ اور فراق اور فیض کو جگہ دی گئی ہے سمجھ میں نہ آیا۔ ٹ ث۔ ض ظ غ وغیرہ کے ضمن میں نمبرات تو درج ہیں، جگہ بھی خالی ہے لیکن اشعار نہ درج وجہ نہ معلوم ہو سکی۔ بہتر ہوتا کہ طباعت سے قبل اس پر غور کر لیا جاتا۔

امید ہے کہ اہل ذوق عموماً اور طلباء خصوصاً اس مجموعہ سے استفادہ کریں گے۔





رپورٹ

# ایک تعلیمی دورہ

● ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب ناظم ندوۃ العلماء کے حکم سے ایک سہ رکنی وفد سیوان روانہ ہوا، اس وفد میں بندہ ہارون رشید صدیقی معائن مکاتب دارالعلوم، مولانا آفتاب عالم صاحب ندوی اور مولانا فخر الحسن صاحب ندوی اساتذہ دارالعلوم تھے، یہ وفد ۲۸ر فروری ۲۰۰۱ء کی صبح کو سیوان پہونچا، استقبال میں سمرا سے دو جیبیں آئی تھیں، پہلے سیوان کے مدرسہ سراج العلوم میں حاضری ہوئی ہمارے اچانک پہنچنے پر طلبہ و اساتذہ نے بڑی خوشی کا اظہار کیا، مدرسہ کا نظم وضبط دیکھ کر دلی خوشی ہوئی، مہتمم مدرسہ جناب مولانا محمد مظہر صاحب نے مدرسہ کا معائنہ کرایا۔ اس مدرسہ میں درس نظامی کے لحاظ سے متوسطات تک تعلیم ہوتی ہے، درجہ حفظ بھی قائم ہے یہاں سے روانہ ہو کر مدرسہ اسلامیہ احسانیہ سمرا میں حاضری ہوئی۔ یہ مدرسہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے قیام سے پہلے وجود میں آیا تھا۔ اس وقت اس مدرسہ کا دارالعلوم سے الحاق ہے۔ یہاں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے نصاب کے مطابق ابتدائیہ سے عالیہ اولیٰ تک کی تعلیم ہے، درجہ حفظ بھی ہے، اصلاً اسی مدرسہ کے بعض مسائل کے حل کے لئے اس وفد کا سفر ہوا تھا۔

مدرسہ کے صدر مدرس جناب ظہیر احمد صاحب ندوی اور ڈاکٹر منظر الحق صاحب اور ان دونوں حضرات کے منتخب کردہ کچھ مخصوص حضرات کے ساتھ مسجد کے ایک گوشے میں میٹنگ شروع ہوئی، جو عشاء تک چلتی رہی۔

یکم مارچ کی صبح کو فجر کی نماز کے بعد مولوی عطاء اللہ صاحب کی دعوت پر مدرسہ انوار الاسلام مادھوپور کی زیارت کو جانا ہوا۔ اس مدرسہ کا بھی دارالعلوم سے الحاق ہے اور ابتدائیہ سے عالیہ اولیٰ تک تعلیم ہوتی ہے، درجہ حفظ بھی قائم ہے۔ اس مدرسہ کے روح رواں مرزا قیام الدین صاحب عمر وسن دراز ہونے کے باوجود بڑے چاق وچوبند اور نشیط نظر آئے، تھوڑے سے وقت میں حساب وکتاب، درجات تعلیم، بورڈنگیں ان کا نظم ایک ایک چیز دکھا ڈالی اور مدرسہ سے متعلق ماضی کی مختصر تاریخ بیان کر دی۔ مدرسہ کے لوگ مزید وقت چاہتے تھے، لیکن ہم لوگوں کے سامنے کئی کام تھے اس لئے معذرت کر دی گئی۔ اور مدرسہ کے حسن انتظام پر خوشی کا اظہار کر کے روانہ ہو گئے۔ اور موضع جگملوا میں جناب انجینئر شمیم احمد صاحب ناظم مدرسہ احسانیہ کے مکان پر حاضری ہوئی اس حاضری کا مقصد ان کو منصب نظامت سے مستعفی ہونے سے باز رکھنا تھا۔ جناب شمیم احمد صاحب اگرچہ انجینئر ہیں مگر وضع قطع بات چیت سے مولوی اور بزرگ لگتے ہیں۔ وہ تبلیغی جماعت کے سرگرم کارکن اور اپنے علاقہ کے باثر لوگوں میں ہیں ان سے مطالبہ کیا گیا کہ آپ اپنی کمیٹی کی میٹنگ ممکن ہو تو بقرعید سے قبل ورنہ اس کے فوراً بعد کیجئے اور ناگواریوں کو برداشت کرتے ہوئے دلجمعی سے کام کیجئے۔

جگملوا سے ہم لوگ پھر سمرا آگئے اور باقی مسائل کیلئے پھر مجلس شوریٰ شروع ہوئی جو ظہر تک چلی۔ عصر کے بعد طلبہ نے اپنے پروگرام میں شرکت کی دعوت دی جس میں تلاوت ونعت خوانی کے بعد اردو، عربی، انگریزی اور ہندی میں معیاری تقریریں پیش کی گئیں۔ انداز بیان دارالعلوم ندوۃ العلماء کے طلبہ جیسا ہی تھا، آخر میں مجھ سے کچھ کہنے کو کہا گیا۔ میں نے مختصر وقت میں یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ عزت کا معیار نہ دولت ہے نہ حکومت، نہ طاقت ہے نہ کثرت، عزت کا معیار تو بس ایمان ہے۔ ایمان ساتھ ہے تو اس دنیا میں جس حال میں بھی ہو اس کو ذلت ورسوائی سے منسوب کیا جانا صحیح نہیں ہے، مغرب کے پہلے جلسہ ختم کر کے مدرسہ کی زمین اور دوسری متنازعہ فیہ زمینوں کا معائنہ کیا گیا۔ مغرب بعد طلبہ نے بیت بازی کے مقابلہ میں شرکت کی دعوت دی۔ بیت بازی کا مقابلہ بہت پسند آیا۔ اشعار کا انتخاب اور پڑھنے کا انداز قابل داد تھا، ایسا لگ رہا تھا کہ دارالعلوم کی الاصلاح کا مقابلہ ہے۔ پھر مجھ سے کچھ کہنے کا مطالبہ ہوا۔ میں نے اشعار کے حسن انتخاب کو سراہا، اشعار کی افادیت پر روشنی ڈالی اور بیت بازی کی تیاری کی تدبیر بتا کر بات ختم کر دی اور دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

اس طرح عزت واکرام کے ساتھ یہ تعلیمی دورہ تمام ہوا ــــ اللہ تعالیٰ تمام دینی مدارس کو ہر قسم کے شر سے محفوظ فرمائے۔

## (بقیہ) درسِ حدیث

لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے پہلے اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا بیان کی، پھر فرمایا، اللہ تعالےٰ نے ہاتھیوں کو مکہ پہنچنے سے روکا، اور اس پر اپنے رسولؐ اور مومنین کو قبضہ دے دیا۔ اب میرے بعد وہ کسی کیلئے حلال نہیں ہوگا۔ اب نہ اس کے شکار کو بھگایا جائے گا نہ اس کے خاردار جھاڑیوں کو کاٹا جائے۔ نہ یہاں کی گری پڑی چیز کا اٹھانا جائز ہوگا۔ مگر اس شخص کیلئے جو اس کا اعلان کرنے والا ہو اور جس کا کوئی آدمی قتل کردیا جائے اس کو اختیار ہوگا کہ چاہے فدیہ لے چاہے قتل کرے، حضرت عباسؓ نے کہا۔ حضور اذخر (ایک قسم کی گھاس ہے) کی اجازت دے دیجئے اس کو ہم لوگ قبروں اور گھروں میں استعمال کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اذخر کی اجازت دے دی۔

یہ سن کر ابوشاہ نامی یمن کا ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا اللہ کے رسولؐ آپ ہم کو لکھوا دیجئے حضورؐ نے فرمایا ابوشاہ کو لکھ کر دے دو،

میں نے اوزاعی سے پوچھا راوی کے قول اللہ کے رسول ہمارے لئے لکھوا دیجئے سے کیا مراد تھا؟ فرمایا وہ خطبہ مراد تھا جس کو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابوجحیفہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کیا آپ کے پاس کوئی کتاب ہے؟ (یعنی کوئی ایسی لکھی ہوئی چیز جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا ہو) تو انھوں نے جواب دیا نہیں سوائے اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کے یا فہم و فراست جو کسی مسلمان کو حاصل ہوتی ہے، یا پھر جو کچھ اس کتابچہ میں ہے۔ (جس میں انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ احادیث لکھی تھیں۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اس کتابچہ میں کیا ہے؟ جواب دیا عقل، اور قیدی کو آزاد کرنا، اور یہ ارشاد کہ کافر کے بدلہ میں مومن کو نہ قتل کیا جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نام سے دور دراز علاقوں اور بادشاہوں کو خطوط بھیجے، جس میں سے بعض میں اسلام اور ایمان باللہ کی دعوت تھی۔ اور بعض ایسے خطوط تھے جن میں مسلمانوں کیلئے احکام اور اسلامی قوانین لکھے گئے تھے ان خطوط کی عبارتیں اور ان کے الفاظ کتب سیرۃ، حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ خطوط مستقل کتابوں کی شکل میں بھی جمع کئے گئے ہیں، جس میں کچھ تو چھپ چکے ہیں اور عام ہیں انھیں میں سے کتاب "اعلام السائلین عن کتب سید المرسلین" ہے جن کو ابن طولون دمشقی نے جمع کیا ہے جن کی وفات ۹۵۳ھ میں ہوئی ہے۔

## (بقیہ) اسوۂ حسنہ کے آئینے میں

اور یہی فرق ہے اسلام کی دعوت دینے والے رسولؐ اور جوگیانہ فلسفے کے علمبرداروں میں کہ ان کی پیروی ناممکن ہے کیونکہ وہ حدود بشریت سے بہت دور ہیں اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ممکن ہے کیونکہ وہ بشریت کے تمام فضائل و خصائص سے معمور ہیں"۔

یہ کتاب شگفتگی بیان اور حسن تعبیر میں اپنی مثال آپ ہے اور عوام و خواص سب کے لئے ایک بیش قیمت تحفہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے نفع کو عام فرمائے اور پڑھنے والوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

نوٹ:۔ تین سو چوراسی ۳۸۴ صفحات پر مشتمل یہ کتاب جو خوبصورت ٹائٹل، عمدہ کاغذ اور دستی کتابت سے مزین ہے ذیل کے پتہ پر حاصل کریں

"مکتبۂ فردوس" مکارم نگر، بروليہ لکھنؤ"

نعتِ پاک

## بڑی شان والی مبارک ہے محفل

● مجیب بستوی

عقیدت کے پھولوں سے محفل سجائے
بڑی شان والی مبارک ہے محفل
گرے کنگرے منھ کے بل بت گرے سب
چلیں آمنہ کے دلارے کو لیکر
تھے معراج کی شب میں اللہ اکبر
درودوں کی ڈالی سلاموں کے گجرے
مری نعت ہو مغفرت کا بہانہ
سیہ کار، عاصی، گنہگار ہوں میں

ہیں یادِ محمدؐ میں ہم گنگنائے
ہمیں جس میں خیر الامم یاد آئے
محمدؐ جو دنیا میں تشریف لائے
حلیمہ مسرت کی شمعیں جلائے
ملک تا فلک اپنے پر کو بچھائے
لئے ہم درِ پاکؐ پر مسکرائے
جو ہوں اے خدا تیری رحمت کے سائے
مجھے کالی کملی میں لیجئے چھپائے

مجیبؔ یہ زمانے پہ لازم ہے کیسا
پڑھے ان کا کلمہ جہاں کو پڑھائے





# رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا

# سنگِ بُنیاد

دینی اور عصری تعلیم کے میدان میں دار العلوم ندوۃ العلماء کی خدمات محتاجِ تعارف نہیں، اس نے اپنے قیام کے روز اول سے بیکراں بیش گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کے دور نظامت میں اس نے ایک عظیم اسلامی مرکز کی حیثیت حاصل کی نیز اس کے کارکنان، اساتذہ اور طلباء اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کیلئے حتی الوسع برابر کوشاں ہیں۔

دار العلوم ندوۃ العلماء میں ہند و بیرون ہند کے طلباء کی ایک بڑی تعداد زیر تعلیم ہے اور ان کی تعداد میں برابر غیر معمولی اضافہ اور قیام گاہوں کی تنگی کے پیش نظر معہد دار العلوم (جس میں ثانوی درجات کے طلباء کو تعلیم دی جاتی ہے) دو سال قبل دار العلوم ندوۃ العلماء سے دس کیلومیٹر کے فاصلے پر واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ میں ایک وسیع آراضی حاصل کرکے درسگاہوں (درجات) کی تعمیر کرنے کے بعد منتقل کردیا گیا تھا جس میں ابتدائی درجات کی تعلیم سے ثانوی درجات کی تعلیم تک کا معقول بندوبست ہے۔

لیکن طلباء کیلئے دار الاقامہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑی کمی محسوس ہو رہی تھی اور جو معہد کی ایک بڑی ضرورت تھی۔

الحمد للہ اس اہم ضرورت کے پیش نظر دار العلوم ندوۃ العلماء کے عظیم محسن اور مربی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کا سنگ بنیاد حضرت مولانا عبد اللہ عباس ندوی مدظلہ معتمد تعلیم دار العلوم ندوۃ العلماء نے اپنے دست مبارک سے مورخہ ۲۷/جولائی سنہ ۲۰۰۰ء کو رکھا۔

معہد دار العلوم ندوۃ العلماء واقع سکروری (ہردوئی روڈ) لکھنؤ کی یہ عمارت چالیس ۴۰ کشادہ کمروں پر مشتمل ہوگی جس کے ہر کمرہ میں دس طلباء سہولت کے ساتھ قیام کرسکیں گے اس کے علاوہ چار نگراں حضرات کیلئے قیام کا بھی بندوبست ہوگا۔ اس طرح "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی پوری عمارت میں چار سو ۴۰۰ طلباء اور چار ۴ نگراں حضرات کے لئے رہائش کی سہولت ہوگی۔

بفضلہ تعالیٰ "رواق حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ" کی عمارت کی تعمیر بڑی تیزی کے ساتھ جاری ہے، لیکن موجودہ ہوش ربا گرانی میں تعمیری کاموں بھی ہر اگلے دن میٹریل کا دام اور لیبر چارج بڑھتا جارہا ہے اور کام بڑا ہے۔

اہل خیر حضرات جن کو اللہ تعالیٰ نے نوازا ہے ان سے امید کی جاتی ہے کہ اس دار الاقامہ کی تعمیر میں دل کھول کر حصہ لیں گے۔ اور اپنے مرحومین کے نام سے کمرے بنوائیں گے یا کسی ایک حصہ کی تکمیل کا بار اٹھا کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

(ادارہ)